قرآن کریم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۷۵ شمارہ: ۶

جمادی الاخریٰ: ۱۴۳۳ھ - مئی: ۲۰۱۲ء

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے، زر سالانہ: ۳۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول

مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

نائب مدیر

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

مجلس ادارت

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ (مدیر معاون)

مولانا عطاء الرحمن صاحب (ناظم تعلیمات)

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ:

ماہنامہ ''بینات'' پوسٹ بکس نمبر ۳۴۶۵، کراچی ۷۴۸۰۰

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فون دفتر بینات: ۳۴۹۲۷۲۳۳

فون جامعہ: ۳۴۹۱۳۵۷۰ - ۳۴۱۲۱۱۵۲ - ۳۴۱۲۳۳۶۶

ایکسٹینشن: ۱۴۶ - ۱۴۷

فیکس: ۳۴۹۱۹۵۳۱-۲۱-۹۲

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ،

ناروے ویسٹ انڈیز وغیرہ: ۳۵ امریکی ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان،

ایران، انڈیا وغیرہ: ۲۷ امریکی ڈالر

بنگلہ دیش: ۲۵ امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر مطبع: ایجوکیشنل پریس کراچی طابع: فیروز زکی

www.banuri.edu.pk

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ
پھر اجڑا ہے آشیانہ	۱۰	محمد یاسر سلطان

مقالات و مضامین

اسلامی حکومت کا شعار اور مسلم حکمرانوں کا کردار	۱۱	حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ
ابن الذبیحین	۱۸	مولانا گل نواز ایوبی
عدالتِ عظمیٰ کے فیصلے کا خیر مقدم	۲۰	محمد اعجاز مصطفیٰ
تبلیغی جماعت اور اس کا فیض اکابر کی نظر میں!	۲۶	مولوی فصیح الرحمٰن
نہیں جیب کفن میں ہوتی	۳۹	پروفیسر محمد حمزہ نعیم، جھنگ
حقوقِ نسواں ایک تقابلی مطالعہ (آخری قسط)	۴۱	ڈاکٹر بشیر احمد رند
عقیدہ ختم نبوت اور خانقاہ سراجیہ	۵۷	قاری حمید احمد

یادِ رفتگاں

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خانؒ	۶۰	مولوی سیّد محمد زین العابدین

دار الافتاء

غیر مسلم ممالک اور ان کے بینکوں سے سود لینے کا حکم	۶۳	مولوی حبیب اللہ بنوی

نقد و نظر

	۶۶	ادارہ

جامعہ علوم اسلامیہ کے ناظم تعلیمات

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حجازی تقویم کے اعتبار سے ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰ اپریل ۲۰۱۲ء بروز جمعہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے ناظمِ تعلیمات واستاذ الحدیث، ماہنامہ بینات کی مجلسِ ادارت کے عظیم رکن، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نصابی کمیٹی کے معزز رکن، جامع مسجد صالح صدر کے امام وخطیب، چالیس روزہ تعلیم وتربیت کورس کے موجد وبانی، ہزاروں علماء ومفتیانِ کرام کے مخلص وہمدرد استاذ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن اپنی ہمشیرہ اور مخلص وباوفا شاگرد مولانا محمد عرفان میمن سمیت طیارہ حادثہ میں مرتبہٴ شہادت پر فائز ہوگئے۔ **إنّاللّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إنّ للّٰہ ماأخذ ولہٗ ماأعطیٰ وکل شیء عندہ بأجل مسمّٰی۔**

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن واحد ادارہ اور دینی درس گاہ ہے، جس کے اکابر، اساتذہ اور بزرگوں کی المناک اور کربناک شہادتوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ سابق رئیس جامعہ وشیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہیدؒ، ان کے ہمراہ ڈرائیور طاہر شہیدؒ، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، ان کے ہمراہ ڈرائیور عبدالرحمن شہیدؒ، سابق نائب رئیس جامعہ سید محمد بنوری شہیدؒ، جامعہ کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، جامعہ کے باوفا روحانی فرزند حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، جامعہ کی ملیر شاخ کے استاذ حضرت مولانا سعید احمد اخوند شہیدؒ، ماہنامہ بینات کے مدیر حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ، حضرت

مولانا ارشاد اللہ عباسی شہید نور اللہ مراقدہم ۔ یہ سب وہ حضرات اور اکابر ہیں جو اپنی دینی وملی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے راہِ حق میں شہید ہوگئے ۔اس کی وجہ صرف یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس شخصیت یا جس ادارے کو جتنا بلند مقام عطا فرمانا چاہتے ہیں، اُسے اتنا ہی آزمائشوں اور مصائب وآلام کی بھٹی سے گزارتے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''عن مصعب بن سعد عن أبيه قال:قلت:يارسول الله ! أيُّ الناس أشدُّ بلاءً ؟ قال: الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل، يبتلى الرجل علىٰ حسب دينه، فإن كان في دينه صلباً اشتد بلاءُ ہ وإن كان في دينه رقة ابتلى على قدر دينه، فمايبرح البلاء بالعبد حتىٰ يتركه يمشي على الأرض وماعليه خطيئة''. (ترمذی،ج:۲،ص:۶۵)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام کی، پھر جواُن سے قریب تر ہو، پھر جو اُن سے قریب تر ہو، آدمی کو اس کے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے، پس اگر وہ اپنے دین میں پختہ ہوتو اس کی آزمائش بھی کڑی ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اسے اس کے دین کے بقدر آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پس آزمائش بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ ایسا کرچھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر ایسی حالت میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا''۔

اسی طرح سنن ترمذی کے اسی صفحہ پر ایک اور حدیث ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت فرماتے ہیں تو اسے مصائب وآلام سے آزماتے ہیں، پس جو شخص اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رضا لکھ دیتے ہیں، یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے راضی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوجاتے ہیں''۔

کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری جامعہ اور جامعہ کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب رئیس مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، اساتذۂ جامعہ اور طلباً کے ساتھ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کا معاملہ ہے کہ ان چند سالوں میں انہیں اتنے سارے سانحات اور صدمات کو برداشت کرنا اور سہنا پڑا۔ کیونکہ ابھی تک گزشتہ شہداء کے زخم مندمل ہونے اور بھرنے نہ پائے تھے کہ حضرت مولانا عطاء الرحمن نور اللہ مرقدہٗ کی شہادت اور جدائی کا گہرا زخم پوری جامعہ کو گھائل کرگیا۔

حضرت مولانا عطاء الرحمن شہیدؒ نے چھ اگست ۱۹۶۰ء میں مردان، بابوزئی کے مقام پر جناب

مشفق الرحمٰن صاحب کے گھر میں آنکھ کھولی، آپ نے ابتدائی تعلیم دار العلوم شیر گڑھ میں حاصل کی، میٹرک کرنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں ایشیاء کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، حضرت مولانا بدیع الزمانؒ، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہؒ، حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ، حضرت مولانا محمد سواتیؒ اور مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ رحمہم اللہ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم اور دیگر وقت کے نابغۂ روزگار اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ۱۹۸۳ء میں دورہ حدیث کی تکمیل کی، دوسال تخصص کرنے کے بعد اپنی مادرِ علمی میں تدریس پر فائز کئے گئے۔

حضرت شہیدؒ نے ابتدائی کتب سے دورہ حدیث تک تمام درجات میں اسباق پڑھائے، اس سال بھی دورہ حدیث میں صحیح مسلم کی تدریس آپ کے ذمہ تھی، آپ کا طریقۂ تدریس بہت ہی عمدہ اور وجد آفریں ہوتا تھا، صحیح مسلم کا جب سبق پڑھاتے تو دار الحدیث کے علاوہ جامعہ بھی آپ کی آواز سے گونج رہا ہوتا۔ ہمارے دوست اور جامعہ کے استاذ حضرت مولانا محمد شفیع چترالی مدظلہ نے حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ کی حیات وخدمات پر جو کچھ لکھا ہے، وہ میرے دل کی آواز ہے، اُسے بعینہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''جمعہ کی شام اسلام آباد ائیرپورٹ کے قریب نجی طیارے کے گر کر تباہ ہونے کا سانحہ شاید بہت سے لوگوں کے لئے معمول کا ایک حادثہ ہی ہو، جس پر وقتی طور پر اظہارِ افسوس کرلیا جائے گا اور دوچار روز گزر جانے کے بعد میڈیا کی جانب سے اُٹھائے جانے والے کسی نئے طوفان کی لہروں کے نیچے بہت سے دیگر حادثات کی طرح اُسے بھی دبا دیا جائے گا، مگر میرے لئے اور ان تمام ان لوگوں کے لئے جن کے رشتہ دار، بزرگ اور دوست احباب اس سانحہ کی نذر ہوگئے، یہ قیامت سے پہلے قیامت سے کم نہیں ہے۔ میرے محسن ومربی استاذ محترم اور عظیم بین الاقوامی دینی درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے ناظم تعلیمات واستاذ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰن صاحب بھی اس حادثے میں اپنی ہمشیرہ اور دیرینہ خادم ومحب مولانا عرفان میمن سمیت شہید ہوگئے اور یوں ہم ایک بہت بڑی خیر سے محروم کردیے گئے۔ ہمارے دکھ کا وہ لوگ شاید صحیح اندازہ نہیں لگاسکتے جونہیں جانتے کہ مولانا عطاء الرحمٰن ہمارے لئے کیا تھے اور ان کی شخصیت عقیدت ومحبت کے کتنے پروانوں کے لئے شمع فروزاں کی حیثیت رکھتی تھی۔

مادرِ علمی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کو ویسے تو پہلے بھی کئی جانکاہ

حادثات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے، لیکن حضرت مفتی نظام الدین شامزئیؒ کی شہادت کے بعد سے یہ سب سے بڑا سانحہ ہے، جس سے جامعہ کو دوچار ہونا پڑا۔ جمعہ کی شام حادثے کی اطلاع ملنے پر شہر بھر سے علماء کرام، طلبہ اور عوام کی ایک بڑی تعداد جامعہ پہنچی، اس موقع پر ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر فرد دوسرے سے گلے لگ کر رو رہا تھا، صبر وضبط کے بندھن برقرار رکھنا کسی کے لئے آسان نہ تھا، جامعہ کے بڑے اساتذہ ومشائخ دارالحدیث میں جمع تھے اور طلبہ واصاغر کو تسلی دیتے ہوئے کبھی کبھار خود بھی حرف تسلی کے محتاج دکھائی دے رہے تھے۔ صرف ایک روز قبل اسی دارالحدیث میں مولانا عطاء الرحمٰن صاحب نے ششماہی امتحان کے نتائج سنائے تھے اور اساتذہ سے خطاب فرمایا تھا، وہ منظر کسی کے ذہن سے ہٹ نہیں پارہا تھا، عشاء کی نماز میں مولانا طاہر نے صبر والی آیات پڑھنے کی کوشش کی، لیکن لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئے اور پوری جماعت پر رقت طاری ہوگئی۔ مولانا عطاء الرحمٰن صاحب کی شخصیت کو کھونے کا احساس کسی کو برداشت نہیں ہوپارہا تھا، جامعہ کے رئیس حضرت علامہ ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کو یہ خبر دیر سے اور تدریجی انداز میں دی گئی، کیونکہ سب کو اندازہ تھا کہ اپنے قابل فخر شاگرد، دستِ راست اور جامعہ کی متاع عزیز کے اس طرح اچانک کھوجانے پر ان کے دل پر جو پہلے کئی بار اس طرح کے حادثات سے چھلنی ہوچکا ہے، کیا گزرسکتی ہے۔

استاذِ محترم مولانا عطاء الرحمٰن رحمہ اللہ جن کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ لکھتے ہوئے قلم کپکپارہا ہے، کے تعارف کے لئے تو اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ عالم اسلام کی عظیم درس گاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی نظامت تعلیمات کے مسند نشین تھے اور دنیا بھر سے آئے ہوئے ۱۲ہزار سے زائد طلبہ وطالبات کے تعلیمی امور کے نگران تھے، تاہم ان کی شخصیت کے چند پہلو ایسے تھے جن میں ان کو اللہ تعالیٰ نے امتیازی شرف سے نوازا تھا، ان کی ذہانت وفطانت دینی حلقوں میں ضرب المثل تھی، وہ ملک کے قابل ترین مدرسین میں شمار ہوتے تھے، جنہیں بہت سے علوم وفنون میں مہارت کاملہ حاصل تھی۔

مولانا عطاء الرحمان مردان کے علاقے بابوزئی سے تعلق رکھتے تھے، ان کی سن پیدائش ۱۹۶۰ء بنتی ہے، انہوں نے اپنے علاقے میں میٹرک اور دارالعلوم شیرگڑھ میں کچھ ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۳ء میں جامعہ سے سند فراغت حاصل کرلی اور پھر جامعہ ہی سے تخصص کرنے کے بعد حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ کی عقابی نگاہِ انتخاب کو بھاگئے

اور جامعہ ہی میں مدرس بنے۔ مولانا عبدالسمیع شہیدؒ کی معیت میں دارالاقامے (ہاسٹل) کی نگرانی اور دیگر انتظامی ذمہ داریوں پر بھی مامور کیے جاتے رہے، اپنے حسن انتظام، اخلاص، اور مادرِ علمی کے ساتھ جذبۂ وفاداری کی بدولت ترقی کرتے رہے۔ مولانا حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ کے دور میں ان کے بھی معتمد خاص اور معاون رہے۔ انتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ مولانا نے فنون کی مشکل کتابوں کی تدریس بھی جاری رکھی۔ انہوں نے جس محنت سے پڑھا تھا، اسی محنت سے پڑھانا بھی ان کا خاص وصف تھا۔ علاوہ ازیں تدریس کے ساتھ اُنہیں جہانگیر پارک کراچی صدر کی جامع مسجد صالح کی امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی دی گئی، جسے وہ آخردم تک بحسن وخوبی نبھاتے رہے۔ ۲۰۰۲ء میں مولانا عبدالقیوم چترالیؒ کی علالت ومعذوری کے بعد مولانا عطاء الرحمٰن کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی نظامت تعلیمات کے منصب کے لئے منتخب کیا گیا جو ان کی انتظامی قابلیت، دیانت، اور اخلاص وللّٰہیت پر جامعہ کے اعتماد کا بہترین مظہر تھا اور اپنے دس سالہ دورِ نظامت میں انہوں نے اس پر پورا اتر کر دکھایا۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا عطاء الرحمٰن کی شہادت سے جامعہ بنوری ٹاؤن کو ایک ایسا نقصان پہنچا ہے، جس کی تلافی شاید آسانی سے نہیں ہو سکے گی۔ مولانا عطاء الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کا دائرہ صرف جامعہ بنوری ٹاؤن تک محدود نہیں تھا۔ انہوں نے صالح مسجد صدر سے اسکول وکالجز کے طلبہ کے لئے سالانہ چھٹیوں کے ''تعلیم وتربیت کورس'' کا آغاز کیا، اس کے لئے ایک نصاب بنایا اور ٹیم تشکیل دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک بھر میں اور بیرون پاکستان کئی ممالک میں اس کورس کا آغاز کروایا اور لاکھوں بچوں کو ابتدائی دینی تربیت فراہم کرنے کا انتظام کیا۔ علاوہ ازیں مولانا ملک کے اندر اور بیرون ملک سینکڑوں دینی اداروں کے سرپرست اور نگران بھی تھے اور دنیا کے مختلف حصوں میں دینی وعلمی خدمات سرانجام دینے والے اپنے شاگردوں سے مسلسل رابطے میں رہنے کے علاوہ ان کی سرپرستی بھی فرمایا کرتے تھے۔ اپنے ہزاروں شاگردوں کی طرح راقم پر بھی مولانا کی بہت شفقتیں تھیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے زبردست شخصی وجاہت، ژرف نگاہی اور نکتہ سنجی سے نوازا تھا، اس لئے ہمیشہ ان کی شخصیت کا رعب ودبدبہ ہم جیسے نالائق طالب علموں پر طاری رہتا تھا، ان سے نظر ملا کر بات کرنے کی کبھی ہمت نہیں ہوئی۔ میری تحریروں پر ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے اور کبھی غیرمحتاط جملے لکھنے پر گرفت اور اصلاح بھی فرماتے جو میرے لئے سرمایۂ حیات ہے۔

مولانا جس منصب پر تھے اور جو خدمات انہوں نے سرانجام دیں، اس کے پیش نظر ان کے نام کی بڑی شہرت ہونی چاہئے تھی، لیکن یہ ان کے مزاج میں ہی نہیں تھا، وہ شہرت سے بہت دور بھاگتے تھے، مجھے خاص طور پر تاکید کی ہوئی تھی کہ جامعہ کے پروگراموں کے حوالے سے میرے نام کی تشہیر بالکل نہ کی جائے۔ ایک آدھ دفعہ ان کا نام غلطی سے آیا تو ناراض ہوگئے۔ وہ جامعہ کے ناظم تعلیمات ہونے کی حیثیت سے بہت سی مراعات کے مستحق تھے، لیکن ان کا حال یہ تھا کہ جامعہ کی کسی شاخ کا معائنہ کرنے جاتے تو کسی طالب علم کے ساتھ بائیک پر بیٹھ کر چلے جاتے، نماز پڑھانے کے لئے بھی اکثر بسوں میں گرومندر سے صدر جاتے رہے۔ تصنع، تکلف، بناوٹ اور شہرت ونمود سے ان کو طبعی کراہت رہتی تھی۔ جامعہ کی تقریبات کی نظامت بھی اکثر مولانا ہی کرتے، سیدھے سادے الفاظ میں مطلب کی بات کرنا ان کا کمال تھا، حالانکہ ان کا ادبی ذوق بھی پورے جامعہ میں سب سے ممتاز تھا۔ انہیں عربی، فارسی، اردو، اور پشتو کے ہزاروں اشعار ازبر تھے اور ان کا ایسا برمحل استعمال کرتے جیسے وہ اشعار اسی محل کے لئے وارد ہوئے ہوں۔ ہمیں ان سے درجہ موقوف علیہ میں تفسیر بیضاوی کا کچھ حصہ پڑھنے کا اعزاز حاصل رہا، ایک جانب علامہ بیضاوی کی علمی وادبی موشگافیاں اور دوسری جانب مولانا عطاء الرحمٰن کا ذوق لطیف سونے پر سہاگہ اور عربی جاننے والوں کے لئے ''علی التمرة مثلها زبداً '' کا مصداق بن جاتا، جس کا ذائقہ آج بھی ہماری زبانوں پر ہے۔ آج استاذ جی ہم میں نہیں رہے تو مجھے وہ اشعار یاد آرہے ہیں جو وہ جامعہ کے اکابر کی شہادتوں کے موقع پر پڑھا کرتے تھے:

عجب قیامت کا حادثہ ہے، اشک ہیں آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تری جدائی میں مرنے والے! وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ ناگہاں کا، مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے''

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۲/اپریل ۲۰۱۲ء)

شہادت سے غالبًا دوروز قبل دفتر اہتمام میں حضرت مولانا مفتی محمد عاصم ذکی مدظلہ کے ساتھ آپ تشریف فرما تھے اور مجھے دیکھتے ہی فرمایا: مولوی صاحب! میں نے آپ کا اداریہ بنام ''صریح نصوص کے بارے میں اجتہاد کی ضرورت کیوں؟'' پڑھا ہے۔ آپ نے بہت اچھا لکھا ہے، اور پھر رسالہ لے کر حضرت مولانا مفتی محمد عاصم ذکی صاحب کو سنانے لگے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ان کی خوردنوازی کی اعلیٰ مثال ہے۔ حضرت مولانا شہیدؒ دوسروں کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے تھے

اور اپنے آپ کو ہمیشہ اخفا کے پردہ میں چھپاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے کئی حج اور عمرے کئے، لیکن جامعہ میں اکثر حضرات کو اس وقت معلوم ہوتا جب آپ حرمین کے سفر سے واپس تشریف لے آتے۔ اسی طرح بیرون ملک فضلائے جامعہ کی سرپرستی اور ان کی دعوت پر کئی ممالک کے اسفار کئے، لیکن دوسروں کے سامنے اس کا بھی کبھی کوئی زیادہ چرچا یا تذکرہ پسند نہیں فرماتے تھے۔

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہید رحمہ اللہ کی پہلی نمازِ جنازہ اسلام آباد میں قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی امامت میں ادا کی گئی اور دوسری نمازِ جنازہ آپ کے علاقہ بابوزئی مردان میں حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی، جس میں علماءِ، طلبہ، علاقہ کے معززین، دینی، مذہبی، سیاسی وسماجی جماعتوں کے راہنماؤں اور عوام الناس کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جامعہ سے نائب رئیس جامعہ حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری مدظلہ، استاذِ حدیث حضرت مولانا امداداللہ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد عاصم ذکی صاحب، حضرت مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب، حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب، حضرت مولانا سعید عبدالرزاق صاحب، حضرت مولانا محمد عمران صاحب، حضرت مولانا عبدالغفار صاحب اور راقم الحروف کے علاوہ کئی اور اساتذہ (جن کے نام ابھی ذہن میں نہیں آرہے، وہ) بھی بابوزئی مردان پہنچے اور آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ نے اپنے سوگواروں میں والدین، چار بیٹے، بیوہ، تین بھائی، تین ہمشیرہ اور ہزاروں شاگرد وعقیدت مند چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے مولوی مسیح الرحمٰن عالم دین اور اپنے علاقہ بابوزئی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ دوسرے بیٹے مولوی فصیح الرحمٰن جو دورہ حدیث میں وفاق المدارس کے امتحانات میں پورے پاکستان میں اول نمبر آئے، وہ اب جامعہ میں تخصص سال اول میں ہیں اور چھوٹے دو بیٹے بھی باقاعدہ زیر تعلیم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دل ودماغ بند ہے، قلم لکھنے کے لئے ساتھ نہیں دے رہا، آنکھیں ہیں کہ آپ کی جدائی میں ابھی تک پرنم ہیں، سمجھ نہیں آرہا کہ لکھوں تو کیا لکھوں؟ اور کیسے لکھوں؟ اسی لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ قارئین بینات سے استدعا ہے کہ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ، مولانا محمد عرفان میمن شہیدؒ، ان کی ہمشیرہ اور اس سانحہ میں جملہ شہداء کے ایصال ثواب کے ساتھ ساتھ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، نائب رئیس، جملہ اساتذہ، طلبہ اور آپ کے اعزہ اقرباء کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو صبر جمیل سے نوازیں اور جامعہ کو علمی اور روحانی ترقیات سے مالا مال فرماتے رہیں۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

نتیجۂ فکر: محمد یاسر سلطان

پھر اُجڑا ہے آشیانہ

عطاء رب نے کئے تھے تجھ کو اخلاقِ کریمانہ
ترا انداز بھی یکتا تری گفتار شاہانہ
وہ ہوتے جب بھی اہل علم اور طلباء کی مجلس میں
شمع لگتے تھے اور ہر ایک اس شمع کا پروانہ
کبھی مسندِ نظامت پر کبھی مسند حدیث پر جلوہ گر
مجالس میں تری شرکت منفرد اور قائدانہ
وہ اثناء درس اشعار کا فی البدیہہ پڑھتے جانا
قرائتِ حدیث میں تیرا انداز و افکار محبانہ
علامت تھی نبی سے عشق کی یہ والہانہ
فضاء میں گونجتا تھا ہر سو عظمت کا ترانہ
مسائل میں الجھ کر خوب تحقیق سے سُلجھانا
خدانے حظِ وافر ان کو دیا تھا علمِ عارفانہ
سوال حدیث کا ہوتا یا ہوتا علمِ آلی کا
تھا اسلوبِ جواب ان کا حکیمانہ لطیفانہ
کیا جامِ شہادت نوش جب تم نے فضاؤں میں
تھے گویا خود نبی ساقی اور تھا کوثر کا میخانہ
اچانک یوں ترا ہم سے جدا ہوکر بچھڑ جانا
ہوئے ہیں آبدیدہ ہم ہوا سوگوار زمانہ
قلق تو دل میں ہے سب کے مگر سکندر کے غم میں
کرے ان کا مداوا کون؟ کہ پھر اُجڑا ہے آشیانہ
رسول اللہ کا دے قرب یا رب! ان کو جنت میں
دعا کرتا ہے سلطاںؔ یہ قبول ہو عرضِ فقیرانہ

اسلامی حکومت کا شعار اور مسلم حکمرانوں کا کردار

حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ

سنت اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور و ناتواں اور مغلوب و مقہور قوموں کو خدا ناآشنا، طاقتور اور ظالم و جابر قوموں کی غلامی اور استبداد و محکومی سے نجات دلاکر انہی طاغوتی طاقتوں کے ملک وسلطنت پر حکمران بنادیتے ہیں۔ ارشاد ہے:

”وَنُرِيْدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِيْ الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ“. (القصص:۵)

ترجمہ ”اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں جن کو ملکوں میں کمزور (اور محکوم) بنادیا گیا ہے اور انہی کو مقتدی (اور حکمران) بنادیں اور انہی کو (سلطنت) کا وارث بنادیں“۔

جس طرح اس سنت الٰہیہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے اولاد اسرائیل کو فرعون اور قبطیوں کی ہزار سالہ غلامی ومحکومی اور ظلم واستبداد سے نجات دلاکر سرزمین مصر وشام پر حکمران بنادیا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے برصغیر ہندوپاکستان کے مسلمانوں کو انگریز قوم کے صدوپنجاہ سالہ (ڈیڑھ سو سالہ) استبداد وغلامی اور ہندوقوم کے تسلط ومحکومی سے نجات دلاکر خرق عادت کے طور پر سرزمین پاکستان پر حکمران اور انگریزوں اور ہندوؤں کی چھینی ہوئی ہزار سالہ اسلامی حکومت کا ازسرنو وارث بنادیا اور اس پاک خطۂ زمین پر مسلمانوں کی آزاد وخودمختار حکومت قائم کردی۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی یہی ہے، ارشاد ہے:

”وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ أٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِيْ الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً، يَعْبُدُوْنَنِيْ لَايُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئاً وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ“. (النور:۵۵)

ترجمہ: ”تم میں سے جو لوگ (صدق دل سے) ایمان لائے ہیں اور وہ اعمال صالحہ کے پابند ہیں، اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کو ضرور زمین میں خلیفہ (اور حکمران) بنادے گا، جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کے اس دین کو جو ان کے لئے اللہ نے پسند فرمایا ہے ضرور مستحکم (اور پائیدار) بنادے گا اور ان کو خوف وخطر کے بدلے امن وامان عطا فرمائے گا، وہ (بے خوف وخطر) میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ گردانیں گے اور جن لوگوں نے اس (فضل وانعام) کے بعد ناشکری کی، وہی لوگ (اصلی) نافرمان ہیں“۔

اس آیت کریمہ میں مومنین مخلصین سے تین وعدے فرمائے ہیں:

۱...... استخلاف فی الارض یعنی ملک میں انتقلال واستحکام سلطنت۔

۲...... اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کو قائم کرنے کی کامل قدرت۔

۳...... ہر طرح کے خوف کو امن وامان سے تبدیل کردینا۔

یہ تینوں وعدے اللہ تعالیٰ کے تین عظیم ترین انعامات ہیں، ان میں سے کسی ایک بھی نعمت کی ناشکری کرنے والوں کو فاسق (نافرمان) قرار دے کر وعید (ناشکری کی سزا) بھی آئندہ آیات میں سنادی ہے۔

چنانچہ اس سرزمین پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس نوزائیدہ حکومت پاکستان کی تمام تر مختلف النوع داخلی اور خارجی ابتدائی کمزوریوں کو بھی علیٰ رغم الاعداء (دشمنوں کی خواہش کے برعکس) محیر العقول (حیران کن) طریق پر دور فرما کر ہر طرح کا کامل ومکمل استحکام اور استقلال سلطنت بھی گذشتہ چند ہی برسوں میں عطا فرمادیا اور پاکستان کے راعی اور رعایا دونوں کو اپنا دین وآئین اختیار کرنے کے بارے میں اس قدر آزاد اور خود مختار بنادیا کہ وہ بے خوف وخطر پاکستان کے اسلامی دستور کے تحت اسلامی قانون اس سرزمین میں نافذ کرسکتے ہیں، دنیا کی کوئی طاقت ان کو اس سے ہرگز نہیں روک سکتی، چنانچہ صدر مملکت اور قانون ساز ادارے ”قانون سازی“ کے باب میں کلی طور پر آزاد اور خود مختار ہیں اور حسب منشا قانون بنارہے ہیں اور ملک میں جاری کررہے ہیں۔ ان کی فوجی طاقت کو بھی اتنا مضبوط ومستحکم کردیا کہ وہ ملک کے دفاع کے لئے بالکل تیار اور بے خوف وخطر دشمن کے ہر چیلنج کا جواب دینے کے لئے آمادہ ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے تینوں وعدے مکمل طور پر پورے فرمادیئے۔

قرآن عظیم نے جن مخلص مسلمانوں کو یہ ”تمکن في الأرض“ (اقتدار اعلیٰ اور استقلال واستحکام سلطنت) عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے، اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کرنے اور کفران نعمت

سے بچنے کی غرض سے ان حکمرانوں کا مخصوص کردار اور اسلامی حکومت کا شعار (امتیازی نشان) بھی متعین فرمادیا ہے، ارشاد ہے:

"اَلَّذِیْنَ إِنْ مَّکَّنَّاهُمْ فِیْ الْأَرْضِ أَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَأٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ" (الحج:۴۱)

ترجمہ۔"وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو زمین میں استحکام (واستقلال) عطا فرمادیں تو وہ نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ کو (پابندی سے) ادا کریں اور ہر (شرعاً) نیک کام کا حکم دیں اور (شرعاً) برے کام سے منع کریں اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے لئے ہی ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کے شعار اور مسلمان حکمرانوں کے کردار میں چار چیزیں نمایاں طور پر بیان فرمائی ہیں:

۱......اقامتِ صلوٰۃ، ۲......ایتاءِ زکوٰۃ، ۳......امر بالمعروف (اوامر شرعیہ پر عمل کرانا)، ۴......نہی عن المنکر (شرعاً ممنوع کاموں سے روکنا)۔

یہی چار صفات ان مومنین کی بیان فرمائی ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے "استخلاف فی الأرض" (اقتدارِ اعلیٰ اور استقلالِ سلطنت) کا وعدہ فرمایا ہے اور مردوں اور عورتوں دونوں کو یکساں طور پر ان کا ذمہ دار گردانا ہے، ارشاد ہے:

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰئِکَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ". (براءۃ:۷۱)

ترجمہ:۔"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، وہ (شرعاً) اچھے کاموں کا (ایک دوسرے کو) حکم دیتے ہیں اور (شرعاً ممنوع اور) برے کاموں سے (ایک دوسرے کو) منع کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ کو (پابندی سے) ادا کرتے ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ (سب پر) غالب اور (بڑا) حکمت والا ہے"۔

اس کے بالکل برعکس اللہ تعالیٰ کی اس نعمت "استخلاف فی الأرض" (استقلالِ سلطنت) کی ناشکری کرنے والے فاسق مردوں اور عورتوں کا "کردار" بھی اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ذیل میں بیان فرمادیا، تاکہ دونوں کرداروں کو سامنے رکھ کر اپنے کردار کا جائزہ لینا اور اصلاح کرنا آسان

ہو- کہ یہی غایت رحم ہے- ارشاد ہے:

''أَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوْا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ أُولٰئِکَ هُمُ الفَاسِقُوْنَ''.

(براءۃ:٦٧)

ترجمہ:۔''منافق مرد اور منافق عورتیں سب آپس میں ایک سے ہیں، وہ برے (اور ممنوع کام کا ایک دوسرے کو) حکم دیتے ہیں اور اچھے کاموں سے (ایک دوسرے کو) منع کرتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ کھینچتے ہیں، انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے اس لئے اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا، یہی لوگ نافرمان ہیں''۔

دیکھئے! یہ منافقین و فاسقین یعنی نام نہاد مسلمانوں کا کردار مومنین صالحین کے بالکل برعکس اور متضاد ہے۔ امر بالمعروف کے بالمقابل امر بالمنکر (خلاف شرع اور ممنوع کاموں کا حکم دینا اور ان پر عمل کرانا) ہے اور نہی عن المنکر کے بالمقابل نہی عن المعروف (شرعی احکام سے روکنا اور منع کرنا) ہے اور ایتاء زکوٰۃ کے برخلاف زکوٰۃ وصدقات ادا کرنے اور انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے) سے ہاتھ کھینچنا اور فرار وگریز اختیار کرنا ہے۔

قرآن کریم نے ان کفرانِ نعمت کرنے والے خدا فراموش منافقوں (نام نہاد مسلمانوں) اور فاسقوں (نافرمانوں) کا ''انجام'' اور ''حشر'' بھی آیت کریمہ ذیل میں بیان فرمادیا کہ وہ حشر اور انجام بھی اسی طرح ''سنت اللہ'' ہے جیسے ''استخلاف فی الأرض'' ''سنت اللہ'' ہے، تاکہ انجام سے غافل مسلمانوں کی آنکھیں کھل جائیں اور جلد از جلد اپنی اصلاح کر کے اس انجام بد سے بچ جائیں- یہ بھی اللہ تعالیٰ کا غایت رحم وکرم ہے- ارشاد ہے:

''فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْابِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوْا بِمَآ أُوْتُوْا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''. (الانعام:٤٤،٤٥)

ترجمہ:۔''پس جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو ان کو کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، حتی کہ جب وہ ان (دنیوی) نعمتوں کے سبب خوشی میں مست ہوگئے جو ان کو دی گئیں (اور خدا کو بالکل بھول بیٹھے) تو ہم نے ان کو ناگہانی (عذاب میں) پکڑ لیا (اور خدائی قہر میں گرفتار ہوگئے) تو وہ (ہر طرف سے) مایوس (ومحروم) رہ گئے اور اس ظالم قوم کی جڑ

کاٹ دی گئی اور (تمام تر) حمد وثنا اللہ رب العالمین کے لئے ہی ہے''۔

اگر ہمارا اللہ اور اس کے کلام قرآن عظیم کے برحق ہونے پر واقعی ایمان ہے- جیسا کہ ہم مدعی ہیں- تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حقائق کو''داستان پارینہ'' اور''افسانۂ کہن'' سمجھنے کے بجائے صدق دل سے ان کو''زندہ اور قطعی حقائق'' باور کریں اور ان کی روشنی میں اس مملکتِ خداداد پاکستان - جو بلا مبالغہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے- کے مسلمانوں کے اور اس کی حکومت او رحکمرانوں کے''کردار'' کا جائزہ لیں اور اگر ہم اس معیار پر پورے نہیں ہیں تو اس کُفرانِ نعمت کے مذکورہ بالا انجام بد''فاخذناھم بغتة'' میں گرفتار ہونے اور''خدائی پکڑ'' میں آنے سے پہلے اپنی اصلاح کرلیں اور صحیح معنی میں حکومت پاکستان کو اسلامی حکومت اور خود کو حقیقی مسلمان بنالیں۔

مذکورہ بالا کردار کی اہمیت اور جائزہ

ا......اقامت صلوٰۃ

اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ مذکورہ کردار میں سب سے مقدم اور سرفہرست اقامت صلوٰۃ ہے جس کے معنی باجماعِ امت مسجد میں جاکر پابندی کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنا ہیں۔حکومت کو اسلامی بنانے میں اس کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ اگر آج سربراہ مملکت اور حکومت کا برسراقتدار اور حکمران طبقہ یعنی دونوں صوبوں کے گورنر، کابینہ کے اراکین، وزراء، مرکزی وصوبائی اسمبلیوں کے ممبران اور حکومت کے تمام محکموں کے افسران بالا اپنی اور تمام سرکاری وغیر سرکاری مصروفیات کے ساتھ ہی ساتھ صرف پندرہ منٹ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ (اقتدار اعلیٰ) کا شکریہ ادا کرنے اور اللہ کے''پسندیدہ دین'' کے اس محکم ستون یعنی نماز کو قائم کرنے کے لئے نکال لیں اور صدر مملکت ایک''آرڈیننس'' جاری کردیں کہ''سرکاری یا غیر سرکاری تمام مصروفیات اور کارکردگی کے اثنا میں جب بھی نماز کا وقت آجائے تو سب کام چھوڑ کر قریب تر مسجد میں سب لوگ نماز جماعت ادا کریں، نیز تمام سرکاری وغیر سرکاری''تقریبات'' کا وقت مقرر کرنے میں''نماز کے وقت'' کی رعایت رکھی جائے اور سرکاری کاغذات میں لنچ ٹائم کے بجائے''وقفۂ نماز'' کا عنوان اختیار کیا جائے اور خود بھی اپنے تمام مشاغل کو چھوڑ کر نماز کے لئے اٹھ جائیں اور پابندی کے ساتھ مسجد میں جاکر نماز باجماعت ادا کریں تو اسی دن سے حکومت پاکستان''اسلامی حکومت'' کی صورت اختیار کرلے اور ہر اپنا پرایا، ملکی وغیر ملکی اور دور پاس کا شخص عملی طور پر محسوس کرنے لگے کہ واقعی یہ اسلامی حکومت ہے، پھر فطری طور پر حکومت کے محکموں کا تمام ماتحت عملہ چپراسی اور دربان تک''الناس علی دین ملوکھم'' کے''نفسیاتی'' اصول کے تحت آپ سے آپ نماز کا پابند ہوجائے، اسی طرح ملک کے وہ تمام''کاروباری حلقے'' جو اپنی ضروریات اور اغراض کے لئے حکومت کے محکموں اور ان

کے سربراہوں سے ربط وتعلق رکھنے پر مجبور ہیں، حکمرانوں کی اس نماز کی پابندی کو دیکھ کر اور کچھ نہیں تو ان کی خوشنودی اور اپنی کار برآری کے لئے ہی سہی نماز کی پابندی کرنے پر مجبور ہو جائیں اسی طرح تمام ''تعلیمی اداروں'' یعنی یونیورسٹیوں، کالجوں اور ہائی اور پرائمری اسکولوں کے سربراہ اور ''اساتذہ'' خود اوقاتِ تعلیم میں تمام تعلیمی مشاغل کو چھوڑ کر مسجد میں آ کر نماز باجماعت پابندی کے ساتھ ادا کریں۔ تعلیمی ٹائم ٹیبل (نظام الاوقات) میں وقفۂ نماز نمایاں طور پر رکھا جائے، اسی طرح تفریحی پروگراموں کے اثنا میں نمازوں کا وقت آ جائے تو نماز کے لئے پندرہ منٹ کے واسطے پروگرام ملتوی کر کے نماز باجماعت ادا کریں تو طلبہ اور دیگر ملازمین خود بخود نماز پڑھنے پر مجبور ہو جائیں اور تمام تعلیمی اداروں کا ماحول بھی اسلامی ماحول کی صورت اختیار کر لے۔ عوام کے باقی طبقے جو فی الجملہ پہلے سے ہی نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں، حکمرانوں اور برسر اقتدار طبقہ کی اس نماز کی پابندی کو دیکھ کر قدرتی طور پر اور زیادہ نماز کے پابند ہو جائیں اور اس طرح ایک صدر مملکت کے اقامت صلوٰۃ کے اس اہتمام اور خود عملاً پابندی سے ملک کی غالب اکثریت راعی سے لے کر رعایا تک اور حاکم سے لے کر محکوم تک نماز باجماعت کی- جو اسلامی حکومت کا شعار ہے- پابند ہو سکتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ''تمکن فی الأرض'' (روئے زمین پر اقتدار اعلیٰ) حاصل کرنے والے مسلمانوں کے کردار میں سب سے مقدم ''اقامت صلوٰۃ'' کو رکھا ہے۔

لیکن اس وقت ہو کیا رہا ہے؟ صدر مملکت اور مذکورہ بالا تمام برسر اقتدار طبقوں کے شب و روز کے سرکاری اور غیر سرکاری مشاغل اور مصروفیات کابینہ اور مرکزی وصوبائی اسمبلیوں کے اجلاسوں کی کارروائیاں آپ روزانہ اخبارات میں پڑھتے ہیں، ان میں برائے نام بھی آپ کو نماز کا تذکرہ نہیں ملے گا۔ سرکاری محکموں کے دفاتر میں عدالتوں میں، تعلیمی اداروں میں، اثناء کار میں ''لنچ ٹائم'' کا تذکرہ آپ کو ملے گا مگر ''وقفۂ نماز'' کا نام تک آپ نہ پائیں گے۔ ملک کی تعلیمی، سماجی اور اخلاقی برائیوں اور حکومت کے اداروں کی خرابیوں کے انسداد سے متعلق طویل وعریض بیانات، تجاویز اور معاشی ترقی اور خوشحالی کے منصوبے اور اسکیمیں آپ رات دن اخبارات میں پڑھتے ہیں، ان میں نام کو بھی اقامت صلوٰۃ کے اہتمام اور بے نمازیوں کو نماز کا پابند بنانے کا تذکرہ نہیں آتا۔ حکومت کے جرم وسزا اور تعزیرات کی فہرست میں عمداً ترک صلوٰۃ کوئی جرم ہے، نہ اس کی سزا، نہ کوئی برائی ہے، نہ اس کے انسداد کا کوئی اہتمام۔ اس عہد کے مسلمانوں کے اس رویئے اور طرز عمل سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ اقامت صلوٰۃ کا حکم اور ترک صلوٰۃ پر قرآنی وعیدیں پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ہیں ہی نہیں، یا وہ اس سے مستثنیٰ ہیں، یا یورپ زدہ ملحدوں اور بے دینوں کے کفریہ اقوال کے مطابق ''اقامت صلوٰۃ'' کا حکم صرف عرب کے وحشی قبائل کے لئے تھا۔ **استغفر اللہ العلی العظیم۔**

غرض ''اقامت صلوٰۃ'' ہی ایک ایسا شعار (امتیازی نشان) تھا جس سے حکومت کا ''اسلامی'' ہونا ظاہر ہوتا، اسی کو پاکستان کے سربراہوں نے اور اُن کی دیکھا دیکھی عوام نے حرف غلط کی طرح اپنے ذہنوں سے مٹا دیا، اسی کا نتیجہ ہے کہ پوری حکومت اور اس کے حکمرانوں کی کارکردگی اور کارگزاری میں آپ کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں پاسکتے، جس سے عملی طور پر حکومت کے اسلامی اور حکمرانوں کے مسلمان ہونے کا پتہ چل سکے، بجز اس کے کہ کبھی کبھار صدر مملکت اور ان کے ساتھ حاضر الوقت وزراء، اراکینِ سلطنت اور حکام بالا کے عیدین کی نماز یا کسی اہم شخصیت کی نماز جنازہ میں شرکت کا تذکرہ اور اخبارات میں فوٹو آجاتے ہیں اور بس۔

ہوسکتا ہے کہ برسر اقتدار اور حکمران طبقہ کے کچھ افراد پابندی کے ساتھ یا بغیر پابندی کے اپنے گھروں میں یا خلوتوں میں نماز پڑھ لیتے ہوں، مگر یاد رکھئے! اس کو ''اقامت صلوٰۃ'' ہرگز نہیں کہا جاسکتا، خود نماز پڑھ لینا اور بات ہے اور دوسروں سے نماز پڑھوانا، اور بات ہے وہ ''اقامت صلوٰۃ'' جس سے مملکت کا اسلامی ہونا اور حکمرانوں کا مسلمان ہونا ظاہر ہو اور پورے ملک میں ''اقامت صلوٰۃ'' کا عام ہونا ممکن ہو، اس کا طریق کار وہی ہے، جس کا خاکہ ہم نے اوپر کھینچا ہے۔

۲......ایتاء زکوٰۃ

اسلامی مملکت کے شعار اور مسلمان حکمرانوں کے کردار میں دوسرے مرتبہ پر ایتاء زکوٰۃ ہے، اس کے ملک میں عام کرنے کی رضا کارانہ کوشش کی صورت بھی یہی ہے کہ سب سے پہلے صدر مملکت، اراکین سلطنت اور حکومت کے تمام مال دار (صاحب نصاب) حکام وافسرانِ بالا پابندی کے ساتھ اپنے پورے سرمایہ کا حساب لگا کر اس کا ''چالیسواں حصہ'' سالانہ-علی الاعلان، تاکہ ماتحت طبقہ اور ملک کے عام باشندوں کے لئے ترغیب کا باعث ہو اور زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر مواخذہ کا حق بھی حاصل ہو- زکوٰۃ نکالیں، صدقات واجبہ ونافلہ- اسی نام سے- ادا کریں اور اس کے بعد صدر مملکت ایک ''آرڈیننس'' جاری کردیں کہ شریعت کے مقرر کردہ طریق پر زکوٰۃ ادا نہ کرنا قابل سزا جرم ہے، حکومت مالداروں کے کل سرمایہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کرنے کا بھی جائزہ لیا کرے گی اور زکوٰۃ میں ادا کی ہوئی رقم انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگی اور جن صاحب نصاب مال داروں نے زکوٰۃ بالکل یا پوری نہ ادا کی ہوگی وہ مجرم قرار پائیں گے اور ان کو زکوٰۃ نہ ادا کرنے کی ''شرعی سزا دی'' جائے گی''۔

(جاری ہے)

ابن الذبیحین

مولانا گل نواز ایوبی، فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن

ابن عربی لفظ ہے اور بیٹے کے لئے بولا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی یہ لفظ اسی معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ سورۂ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:...... یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

ذبیحین: ذبیح کی تثنیہ ہے، صاحب مصباح اللغات نے اس کے تین معنی بیان کئے ہیں:

۱...... ذبح کیا ہوا، ۲...... قربانی کے لائق جانور، ۳...... حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لقب۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ، حضرت محمد ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے ہیں، اسی وجہ سے آپ علیہ السلام ابن الذبیح ٹھہرے، مگر واقعۂ ذبح آپ علیہ السلام کے اجداد میں دو مرتبہ پیش آیا تو اسی وجہ سے آپ علیہ السلام کا لقب ابن الذبیحین پڑا۔

دو ذبیح کون ہیں؟

ایک ذبیح تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور ہر مسلمان اس بات سے بخوبی واقف ہے، مگر کتب سیرت کے عدم مطالعہ یا قلت مطالعہ کی وجہ سے واقعہ ذبیح ثانی سے جاہل ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آپ علیہ السلام کو ان الفاظ سے خطاب فرمایا: یا ابن الذبیحین! آپ علیہ السلام نے تبسم فرمایا۔

ابن الذبیحین والی حدیث روایت کر کے جب حضرت معاویہؓ فارغ ہوئے تو حاضرین میں سے کسی نے دریافت فرمایا کہ وہ ذبیح کون ہے؟ تو حضرت معاویہؓ نے حضرت عبداللہ کا واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ ایک عبداللہ اور دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ (بحوالہ سیرت مصطفیٰ)

واقعۂ حضرت عبداللہ کچھ اسی طرح سے ہے کہ کئی صدیاں پہلے جب مکہ میں بنی اسماعیل اور

بنی جرہم آباد تھے اور ان میں رشتہ داریاں بھی قائم ہوگئی تھیں، مرور زمانہ کے ساتھ آپس میں منازعت ومخاصمت کی نوبت آ گئی اور بنی جرہم بنی اسماعیل پر غالب آ گئے اور مکہ میں ان کی حکومت قائم ہوگئی، رفتہ رفتہ اپنی رعایا پر ظلم کرنا شروع کر دیا، جب ظلم وستم اور کعبہ کی بے حرمتی حد سے بڑھ گئی تو عوامی ردّعمل کے نتیجے میں بنی جرہم مکہ سے نکل گئے جاتے وقت خانہ کعبہ کی چیزوں یعنی (تبرکات) کو بئر زم زم میں دفن کر گئے اور بئر زم زم کو ہموار کر دیا، جب بنی اسماعیل مکہ میں لوٹ آئے تو کچھ عرصے بعد سرداری جناب عبد المطلب کے حصہ میں آ گئی، پھر آپ نے اپنے رویائے صالحہ کے اشارہ پر بئر زمزم کو دوبارہ کھود کر ظاہر کر دیا۔

چاہ زم زم کو کھودتے وقت عبد المطلب کے اکلوتے بیٹے حارث کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں تھا، آپ نے منت مانی کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھ کو دس بیٹے عطا کئے تو ایک فرزند کو اللہ کے نام پر ذبح کروں گا، جب اللہ نے ان کی یہ تمنا پوری کر دی تو ایک رات آپ خانہ کعبہ کے سامنے سو رہے تھے تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ: اے عبد المطلب! اس نذر کو پورا کیجئے جو آپ نے اس گھر کے مالک کے لئے مانی تھی، جب عبد المطلب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور اپنی نذر اور خواب کی خبر دی، سب بیٹوں نے یک زبان ہو کر کہا آپ اپنی نذر پوری کریں اور جو چاہیں کریں، عبد المطلب نے سب بیٹوں کے نام قرعہ ڈالا تو حسن اتفاق سے قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلا جن کو عبد المطلب زیادہ محبوب رکھتے تھے، ان کا ہاتھ پکڑ کر قربان گاہ چل پڑے اور چھری بھی ساتھ تھی، حضرت عبد اللہ کی بہنیں یہ منظر دیکھ کر رونے لگیں، ایک بہن نے کہا: ابا جان! آپ دس اونٹوں اور عبد اللہ میں قرعہ ڈال کر دیکھئے، اگر قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے تو دس اونٹوں کی قربانی دیجئے اور بھائی عبد اللہ کو چھوڑ دیں، جب قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عبد اللہ ہی کے نام نکلا، چنانچہ عبد المطلب دس دس اونٹ زیادہ کر کے قرعہ ڈالتے جاتے، مگر قرعہ عبد اللہ ہی کے نام نکلتا تھا، یہاں تک کہ سو اونٹ پورے کر کے قرعہ ڈالا گیا تو وہ اونٹوں کے نام پر نکلا، اسی وقت عبد المطلب اور تمام حاضرین نے اللہ اکبر کہا اور بہنیں اپنے بھائی عبد اللہ کو اٹھا لائیں اور عبد المطلب نے وہ سو اونٹ صفا ومروہ کے درمیان نحر کئے۔

اسی واقعہ کے بعد سے حضرت عبد اللہ ذبیح کے لقب سے موسوم ہوئے اور اسی وجہ سے ہی آپ کے فرزند ارجمند حضرت محمد ﷺ کو ابن الذبیحین (یعنی دو ذبیح کے فرزند) کہتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆....☆☆

نومسلم خواتین کے بارہ میں
عدالت عظمٰی کے فیصلہ کا خیر مقدم

محمد اعجاز مصطفیٰ

اسلام انسان کو ادبار و زوال کی پستیوں سے اٹھا کر رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔ اسلام عزتِ نفس اور عظمتِ آدمیت کا درس دیتا ہے۔ اسلام خدائے واحد کی بندگی کی طرف بھی اس لئے بلاتا ہے تاکہ انسان ایک در پر اپنی جبینِ نیاز جھکا کر کائنات کی تمام مخلوقات کے مقابلہ میں سر بلند ہو جائے۔ اسلام کی نگاہ میں انسان من حیث الانسان اپنی ظاہری صورت اور باطنی خصوصیات کے اعتبار سے کائنات کی ایک محترم و مکرم ہستی ہے، جس کے عز و شرف اور فضیلت و بزرگی کا مقابلہ دنیا کی کوئی مخلوق اور کوئی قوت نہیں کر سکتی۔

مرد اور عورت جنسِ انسان ہی کی دو انواع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت وراہبری کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ اگرچہ مردوں میں رکھا تھا، لیکن جنس انسان کی دوسری نوع بھی احکاماتِ الٰہی کے نفاذ، استحکام اور عملی جد و جہد کے نتیجہ میں قید و بند کی صعوبتوں کے برداشت کرنے اور مشکلات جھیلنے میں مردوں سے پیچھے نہیں رہی۔

دین حق کے شرف و مجد اور رفعت و بلندی کے لئے صنفِ نازک کی قربانیاں سرمدی اور لازوال ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت ہاجرہؓ، فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یوخاند، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مطہرہ حضرت مریم صدیقہؓ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ، حضرت زنیرہؓ اور ان کے علاوہ کئی عظیم معززات اور محترمات خواتین ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے انداز میں دین حق کے لئے عظیم قربانیوں کی داستان قرطاسِ دنیا پر رقم کی۔ ان مقبولاتِ الٰہی کی متبعات اور آج کے دور میں ان کی عملی تصویر کا نمونہ اور اسوہ، امریکی قید میں محبوس مظلومہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی حفظہا اللہ اور عدالتی حکم پر ''اسلامی'' جمہوریہ پاکستان کے شیلٹر ہوم میں بھیجی جانے والی محترمہ فریال شاہ، محترمہ حلیمہ اور ڈاکٹر حفصہ سلمہن اللہ تعالیٰ ہیں۔

حال یہ ہے کہ آج یورپ، امریکہ، افریقہ، حتیٰ کہ ہندوستان میں اسلام قبول کرنا ممکن اور آسان ہے، لیکن اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی مملکتِ خداداد پاکستان میں اسلام قبول کرنا جرم اور سنگین گناہ شمار کیا جارہا ہے، اس لئے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے وجود کو برداشت نہ کرنے والے شیوسینا تنظیم کے سربراہ بال ٹھاکرے کی پوتی ڈاکٹر نہا ٹھاکرے اسلام قبول کرتی ہے تو اس پر کوئی ردعمل نہیں ہوتا، افغانستان میں چند دن طالبان کی قید میں رہنے والی برطانوی صحافی یوآنے رڈلی طالبان کے اخلاق سے متأثر ہوکر اسلام قبول کرتی ہے تو اس پر شور نہیں ہوتا، ٹونی بلیئر کی سالی نے اسلام قبول کیا تو اس کا میڈیا ٹرائل نہیں کیا گیا، امریکی گلوکارہ مسلمان ہوئی تو اس کو کسی نے شیلٹر ہوم نہیں بھیجا۔ ایک صحافی بھائی کے بقول پچھلے سال پانچ ہزار سے زائد یورپین مرد وخواتین اسلام کے دائرہ میں آئے، لیکن وہاں کسی نے ان سے تند وترش سوالات نہیں کئے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں ایسا کیوں ہے؟ اس ملک میں فریال شاہ، محترمہ حلیمہ اور ڈاکٹر حفصہ صاحبہ اسلام قبول کرتی ہیں تو ان کا میڈیا ٹرائل کیوں کیا جاتا ہے؟ ان سے تند وتلخ سوالات کی بوچھاڑ کیوں کی جاتی ہے؟ انہیں ایک مسلمان ملک میں ان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا حق کیوں نہیں دیا جاتا؟ شاید ان دو بچیوں کا ''جرم عظیم'' یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں باہوش وحواس اسلام قبول کیوں کیا؟ ہمارے بعض سیاست دانوں اور میڈیا کے مخصوص دانشوروں کو اعتراض ہے کہ انہوں نے اس ملک میں جہاں صدر، وزیر اعظم، گورنر، وزیر اعلیٰ، اراکین سینیٹ، اور اراکین قومی وصوبائی اسمبلی سے اسلام کی پاسداری کا حلف لیا جاتا ہے، جہاں کہا جاتا ہے کہ اس ملک کا سپریم لا قرآن وسنت ہوگا اور کہا جاتا ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی، اس ملک میں ہندوازم چھوڑ کر اپنی رضا ورغبت سے اسلام کیوں قبول کیا؟ إنّاللّٰہ وإنّاإلیہ راجعون۔

آزادیٔ نسواں اور انسانی حقوق کی چمپئن بننے والی این جی اوز، اب محترمہ فریال شاہ، محترمہ حلیمہ اور ڈاکٹر حفصہ صاحبہ کے بارہ میں کیوں خاموش ہیں؟ اور جب فریال نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا، اپنی پسند کی شادی کی اور ۱۱ مارچ ۲۰۱۲ء کو پریس کانفرنس میں کلمہ طیبہ سے آغاز کرنے کے بعد واضح الفاظ میں کہا کہ میں اپنے ضلع کی دو عدالتوں اور ہائی کورٹ سکھر بینچ میں اپنے بیانات ریکارڈ کرا چکی ہوں تو میڈیا میں اس کی شنوائی کیوں نہیں ہورہی؟ صرف اس بنا پر کہ انہوں نے اسلام قبول کیا ہے؟ اگر یہ مسلمان ہوتی اور اپنے ماں، باپ، بہن، بھائیوں کو چھوڑ کر اور گھر سے بھاگ کر کہیں پسند کی شادی رچالیتی تو ان کے ساتھ وہ کچھ نہ ہورہا ہوتا جو آج ان کے ساتھ ہورہا ہے، بلکہ حقوق نسواں کے نام پر کام کرنے والی تنظیمیں، این جی اوز اور ''آزاد میڈیا'' ان کا پشت پناہ ہوتا۔ اور اگر اس وقت کوئی ان کے خلاف مزاحم ہوتا، چاہے وہ ان کا باپ، چچا، دادا اور بھائی کیوں نہ ہوتا تو اُنہیں بنیاد پرست، انتہاپسند، دقیانوس، عورتوں کی آزادی کے مخالف اور پتہ نہیں کیا کچھ ''القابات'' او ''اعزازات'' سے نوازا جاتا۔ عوامی تأثر یہ ہے کہ ہندو برادری، این جی اوز اور

میڈیا کسی کی ہدایات اورشہ پر یہ ناروا واویلا اور شور وغوغا کررہے ہیں اور سیاسی پنڈت اپنے ووٹوں کے لالچ میں ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ کیونکہ ۱۱مارچ ۲۰۱۲ءکو فریال شاہ پریس کانفرنس کرتی ہیں اور۱۲مارچ ۲۰۱۲ءکو امریکی رکن کانگریس خط کے ذریعہ صدرِ پاکستان جناب آصف علی زرداری پر زور دیتا ہے کہ وہ پاکستان میں ہندولڑکیوں کے مذہب تبدیل کرنے کے حوالہ سے معاملات کا جائزہ لیں اوران کو ہرممکن تحفظ فراہم کریں۔ لیجئے! روزنامہ اسلام کراچی ۱۶مارچ کی یہ خبر پڑھئے:

''واشنگٹن (مانیٹرنگ ڈیسک)....بھارتی خبررساں ادارے کے مطابق کیلیفورنیا سے امریکی رکن کانگریس براڈ شومین نے۱۲مارچ ۲۰۱۲ءکو ایک خط کے ذریعہ صدر زرداری پر زور دیا کہ وہ پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کو یقینی بنائیں،خصوصاً حالیہ دنوں میں ہندو لڑکی کے مذہب تبدیلی کے معاملہ کا نوٹس لے کر ذمہ داران کو احتساب کے کٹہرے میں لائیں، انہوں نے اپنے خط میں مزید کہا کہ واقعہ کے خلاف ایکشن لے کر لڑکی کو بحفاظت اس کے خاندان کے حوالے کیا جائے''۔ (روزنامہ اسلام کراچی ۱۶مارچ ۲۰۱۲ء)

ہندو برادری کو سوچنا چاہئے کہ عاقلہ، بالغہ اور تعلیم یافتہ بچیاں اپنی رضا ورغبت اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تمام شرعی وقانونی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہوگئی ہیں تو انہیں ڈرانا، دھمکانا، یا دارالامان بھیج دینا کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔اور جب انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد نکاح کرلیا ہے تو ان کو ان کے خاوند کے ساتھ رہنے کی اجازت ہونی چاہئے، کیونکہ یہ شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً اُن کا حق ہے۔این جی اوز اور ہندو برادری کے ناجائز پروپیگنڈہ سے متأثر بعض سیاست دانوں اور میڈیا کے ''باخبر'' اینکرز کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ لاریب اور مقدس کتاب قرآن کریم کا حکم ہے:

''یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا إِذَا جَاءَ کُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ، أَللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِیْمَانِهِنَّ، فَإِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَاتَرْجِعُوْهُنَّ إِلَی الْکُفَّارِ ، لَاهُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَاهُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ''۔ (الممتحنہ:۱۰)

ترجمہ:''اے ایمان والو!جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کرکے آئیں،تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو، ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے، پس اگر ان کو (اس امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو، (کیونکہ) نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں''۔

اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر جب مشرکین مکہ سے صلح کرنا چاہی تو صلح نامہ میں منجملہ اور شرائط کے جو صلح نامہ میں لکھی گئی تھیں، ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص

مسلمانوں میں سے کافروں کی طرف چلا جائے تو وہ مسلمانوں کو واپس نہ دیا جائے اور جو شخص کافروں میں سے مسلمانوں کی طرف چلا جائے کفار کو وہ واپس دے دیا جائے۔ چنانچہ بعض مسلمان مرد آئے اورانہیں کفار کی طرف واپس کردیا گیا، پھر بعض عورتیں مسلمان ہوکر آئیں، ان کے مشرکین اقارب نے ان کی واپسی کی درخواست کی، اس پر یہ آیتیں مقام حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں، جن میں عورتوں کے واپس کرنے کی ممانعت کی گئی۔ اس لئے قرآن کریم کی اس آیت کی رو سے محترمہ فریال صاحبہ، محترمہ حلیمہ صاحبہ اور ڈاکٹر حفصہ صاحبہ اہل ایمان کی مؤمنہ بہنیں ہیں اوران بہنوں کی حفاظت کرنا ہر مسلمان اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی کہا ہے کہ حکومت نومسلم خواتین کو تحفظ دے، اُنہیں ان خواتین کو دوبارہ کفر اختیار کرنے کے لئے دباؤ پر شدید تحفظات ہیں، انہوں نے حکومت، انتظامیہ اور عدلیہ سے کہا ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں کے بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں متفقہ طور پر منظور کی جانے والی قرارداد کا متن ملاحظہ ہو:

> ''اسلام آباد (نمائندہ ایکسپریس) اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلام قبول کرنے والے افراد خصوصاً عورتوں کو حکومت کی طرف سے تحفظ فراہم نہ کرنے پر شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک میں رہنے والے ہر مسلمان شہری کو تحفظ فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے، اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی کی زیرصدارت اجلاس میں ایک متفقہ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ پاکستان اسلامی ریاست ہے اور آئین کے تحت انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ ملک میں اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے اورشہریوں کے تحفظ کے پابند ہیں اور ہرشہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے، حال ہی میں مسلمان ہونے والے افراد کو ہراساں کیا گیا اور حکومت نے ان کو کوئی تحفظ فراہم نہیں کیا جو افسوسناک ہے، اسلام قبول کرنے والے افراد کو نہ صرف ہراساں کیا گیا، بلکہ لادین قوتوں نے انہیں اسلام چھوڑنے اور دوبارہ کفر کو اختیار کرنے کے لئے بھی دباؤ ڈالا، قرارداد میں پارلیمنٹ اور ریاست کے دوسرے اداروں سے مطالبہ کیا گیا کہ اسلام قبول کرنے والے افراد کے بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے اقدامات اٹھائے جائیں''۔ (روزنامہ ایکسپریس، کراچی، ۲۸مارچ ۲۰۱۲ء)

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انتظامیہ اور اربابِ اقتدار اسلامی نظریاتی کونسل کے فورم پر متفقہ طور پر پاس کی جانے والی قرارداد کو اہمیت دیتے اور سنجیدگی سے اس پر عمل درآمد کرانے کی کوشش کرتے، الٹا اخبارات میں یہ بیان داغا گیا کہ غیرمسلموں کو مسلمان ہونے سے روکنے کے لئے حکومت نے قانون سازی کا فیصلہ کرلیا ہے اور اقلیتی وفد جلد وزیرداخلہ سے ملاقات کرکے اپنے

تحفظات اور قانون سازی کے حوالہ سے اُنہیں آگاہ کرے گا۔ حکومت کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ غیر مسلموں کے اسلام لانے کے حالیہ واقعات سے پاکستانی قوم کے بارہ میں عالمی سطح پر کوئی اچھا تأثر قائم نہیں ہو رہا۔ مزید تفصیل روزنامہ اسلام کی اس خبر میں ملاحظہ ہو:

''کراچی (رپورٹ: عبدالجبار ناصر) حکومت میں شامل اتحادی جماعتوں نے تحفظِ اقلیتی بل کے نام پر مذہب کی تبدیلی کے حوالہ سے قانون سازی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس حوالہ سے اقلیتی رہنماؤں کا ایک وفد جلد وفاقی وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک سے ملاقات کر کے اپنے تحفظات اور اس بل کی افادیت کے حوالہ سے آگاہ کرے گا۔ ذرائع کے مطابق حالیہ چند ماہ کے دوران اقلیتی طبقہ سے تعلق رکھنے والے مختلف افراد بالخصوص خواتین اور بچیوں کے اسلام قبول کرنے پر اقلیتی ارکان نے سخت تشویش کا اظہار کیا ہے اور اس حوالہ سے حکومت میں شامل جماعتوں کو اعتماد میں لے کر مذہب کی تبدیلی کے حوالہ سے بل لانے پر راضی کیا ہے، جس کو اقلیتوں کے تحفظ کا بل نام دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس بل لانے کا بنیادی مقصد غیر مسلموں کے اسلام لانے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا ہے، اس حوالہ سے اقلیتی رہنماؤں نے وفاقی وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک سے ملاقات کا وقت مانگا ہے جنہوں نے اسی ہفتہ انہیں ملنے کے لئے کہا ہے۔ ذرائع نے تصدیق کی ہے کہ رواں ہفتہ کے آخر تک عبدالرحمٰن ملک سے اقلیتی وفد ملاقات کر کے مسلمان ہونے والی خواتین کے حوالہ سے تحفظات کا اظہار کرے گا، جبکہ مبینہ طور پر کی جانے والی قانون سازی کی افادیت سے بھی انہیں آگاہ کرے گا۔ اس متوقع ملاقات کی تصدیق وزیر اعلیٰ ہاؤس میں پریس کانفرنس کے بعد وفاقی وزیر داخلہ نے صحافیوں کے ایک گروپ سے گفتگو کے دوران بھی کی۔ حکومت اور اس کی اتحادی جماعتوں کا دعویٰ ہے کہ غیر مسلموں کی جانب سے اسلام قبول کرنے کے حالیہ واقعات کے بعد عالمی سطح پر پاکستان بالخصوص مسلمانوں کے حوالہ سے اچھا تأثر قائم نہیں ہو رہا اور اس بات کا خدشہ ہے کہ جن خواتین کو مسلمان بنایا گیا ہے ان پر زبردستی کی گئی ہے، اس لئے پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کے لئے قانون سازی ضروری ہے، تاہم مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کے بعض ارکان نے اس پر سخت تشویش کا اظہار کیا اور اپنی قیادت پر واضح کر دیا کہ الیکشن کے سال میں اس طرح کے کسی بل کی منظوری پارٹی کے لئے مشکلات کا سبب بن سکتی ہے اور جو خواتین مسلمان ہوئی ہیں، ان کا کیس عدالت میں زیر سماعت ہے، عدالت کو ہی فیصلہ کرنے دیا جائے، تاہم مختلف سیاسی جماعتوں میں موجود اقلیتی رہنما اپنی جماعتوں کی قیادت کو قانون سازی کے لئے

راضی کرنے پر سرگرم ہیں۔ اقلیتی ذرائع کا دعویٰ ہے کہ دونوں ایوانوں میں دوتہائی اکثریت اس طرح کا بل منظور کرنے کے حق میں ہے اور ہم جلد قانون سازی کریں گے''۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۱ مارچ ۲۰۱۲ء)

ہم حکومت اور ارباب اقتدار کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہندو برادری کی مزعومہ ان ناجائز اور ناپاک خواہشات کی تکمیل کے لئے کسی قانون سازی کے بارہ میں سوچنا بھی ہندو مسلم فسادات کے بند دروازے کو کھولنے کے مترادف اور مذہبی اعتبار سے ملکی امن کو تہہ وبالا کرنے کا پیش خیمہ ہوگا، اس لئے کہ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی طرف سے ایسا خوفناک احتجاج اور ردعمل سامنے آئے گا کہ جسے روکنا حکومت کے بس میں شاید مشکل اور ناممکن ہوگا۔

جو مسلمان، چاہے سیاست سے تعلق رکھتے ہوں یا میڈیا سے، اُن سب کو سوچنا چاہئے کہ ان خواتین نے جب اسلام قبول کرلیا ہے اور اس کا اظہار انہوں نے عدالت اور میڈیا میں کردیا ہے، اس کے باوجود آپ کی مہم سے خدانخواستہ یہ خواتین ہندوؤں کے شکنجے میں چلی جاتی ہیں تو آپ بتایئے کہ قرآن کریم کی اس آیت بالا کی رو سے آپ کا کیا مقام ہوگا؟ آپ دائرۂ اسلام میں رہیں گے یا اس سے باہر؟ کیا ہم مسلمانوں کی یہ ایمانی غیرت اور ذمہ داری نہیں بنتی کہ ہم اُنہیں تحفظ دیں؟ اگر خدانخواستہ ان نومسلم خواتین کو ہم نے تحفظ نہ دیا اور کل قیامت کے دن انہوں نے احکم الحاکمین کے دربار عالی میں ہمارے خلاف استغاثہ دائر کردیا تو آپ بتایئے! ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

اس لئے ہم پھر یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ عدالت محترمہ فریال صاحبہ، محترمہ حلیمہ صاحبہ اور ڈاکٹر حفصہ صاحبہ کے اوپر لگائے گئے الزامات کو مسترد اور اغواء کے جھوٹے کیس کو خارج کرکے ان بچیوں کو دارالامان سے نکال کر انہیں آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی اجازت دے اور انتظامیہ کو ان کی حفاظت کا مناسب بندوبست کرنے کا پابند بنائے۔ پرچہ چھپنے پریس جارہا تھا کہ خبر آئی کہ عدالتِ عظمیٰ نے ان نومسلم خواتین فریال شاہ صاحبہ، ڈاکٹر حفصہ صاحبہ اور محترمہ حلیمہ صاحبہ پر لگائے گئے الزامات کو مسترد کرتے ہوئے انہیں آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کی اجازت دے دی ہے اور سندھ پولیس کو حکم دیا ہے کہ ان نومسلم خواتین کو مکمل تحفظ فراہم کرے۔ عدالتِ عظمیٰ کا یہ فیصلہ قرآن وسنت کے عین مطابق اور پاکستانی قانون کی عمل داری کا آئینہ دار ہے۔

ادارہ بینات عدالتِ عظمیٰ کے اس تاریخی فیصلہ کا خیر مقدم کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ ان شاء اللہ! اس فیصلہ سے اسلام قبول کرنے والوں کو ایک نیا حوصلہ ملے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ان نومسلم بہنوں کو دین اسلام پر استقامت نصیب فرمائے اور کفر کی دلدل میں جکڑی ہوئی دوسری خواتین کے لئے ان کو نمونہ بنائے۔

تبلیغی جماعت اور اس کا فیض اکابر کی نظر میں

مولوی فصیح الرحمٰن،
متعلم تخصصِ فقہِ اسلامی، جامعہ بنوری ٹاؤن

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے والد حضرت مولانا محمد اسماعیل کاندھلویؒ دہلی کے قریب حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرقد کے قریب ایک عمارت میں رہا کرتے تھے، متصل ہی چھوٹی سی مسجد تھی جس کو بنگلہ والی مسجد کہا جاتا تھا، آپ کا قدیم آبائی علاقہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر تھا۔ پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد آپ نے مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کی نواسی سے عقد ثانی کرلیا تھا، اس وجہ سے کاندھلہ بھی وطن کی طرح ہوگیا تھا۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی، آپ کا بچپن اپنے ننہیال کاندھلہ اور اپنے والد صاحب کے پاس نظام الدین میں گزرا۔

خاندان کے دوسرے بچوں کی طرح مکتب کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور قرآن کریم حفظ کرلیا، ۱۳۱۴ھ میں آپ اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰؒ کے پاس گنگوہ آگئے جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ میں مقیم تھے اور بڑے بھائی سے پڑھنا شروع کیا اور حضرت گنگوہیؒ کی صحبت ومجالس کی دولت شب وروز حاصل رہی۔ ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہیؒ دنیا سے رحلت فرماگئے اور اسی طرح حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا تقریباً آٹھ برس کا عرصہ حضرت گنگوہیؒ کی صحبت میں گزرا، حضرتِ گنگوہیؒ بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کو بیعت کرلیا تھا۔

۱۳۲۶ھ میں حدیث کی تکمیل کے لئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے درس میں شرکت کے لئے دیوبند تشریف لے گئے، ترمذی اور بخاری شریف کی سماعت کی، حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ اور اجازت پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے تعلق قائم کیا اور ان کی نگرانی میں منازل سلوک طے کئے۔

۱۳۲۸ھ میں مظاہر العلوم سہارن پور میں تدریس شروع کی، لیکن ۳۴ھ میں بڑے بھائی

حضرت مولانا محمد یحییٰؒ اور دو سال بعد دوسرے بڑے بھائی حضرت مولانا محمدؒ جو نظام الدین میں بنگلہ والی مسجد میں قائم مدرسہ کے ذمہ دار تھے، کے انتقال کے بعد حضرت سہارن پوریؒ کی اجازت اور مشورہ سے نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں قائم مدرسہ میں منتقل ہو گئے اور یہاں تدریس کی ذمہ داری سنبھال لی، اس مدرسہ میں زیادہ تر میوات کے بچے پڑھتے تھے۔

نظام الدین مدرسہ کی ابتداء کی تاریخ:

اس مدرسہ کی ابتداء کی تاریخ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ تلاش وفکر میں نکلے کہ کوئی مسلمان آتا جاتا نظر آئے تو اس کو مسجد میں لے آئیں اور اس کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لیں، چند مسلمان نظر آئے، ان سے پوچھا: کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے کہا: مزدوری کے لئے، کہا: کیا مزدوری ملے گی؟ انہوں نے مزدوری بتائی، فرمایا: اگر اتنی مزدوری یہیں مل جائے تو پھر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے منظور کرلیا، آپ ان کو مسجد لے آئے اور نماز سکھانا اور قرآن پڑھانا شروع کیا، یومیہ مزدوری ان کو دے دیتے اور پڑھنے اور سیکھنے میں مشغول رکھتے، اس کے بعد نماز کی عادت پڑ گئی اور یومیہ مزدوری چھوٹ گئی، یہ نظام الدین مدرسہ کی بنیاد اور ابتداء تھی، اس کے بعد دس، بارہ میواتی طالب علم برابر مدرسہ میں رہے۔

میوات میں تعلیم واصلاح کی ابتداء:

میوات دہلی کے جنوب کا ایک علاقہ ہے، مسلمان ہونے کے باوجود یہاں باشندوں کی دینی حالت یہ تھی، جس کے جاننے کے لئے مولانا سرفراز خان صفدرؒ کا یہ جملہ کافی ہے: ''وہ جماعت جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے رکھی تھی اس دور میں اور اس علاقہ میں جس کو اگر میں نبی کریم ﷺ کے بعثت کے زمانہ سے پہلے کے ساتھ تشبیہ دے دوں تو بے جا نہ ہوگا''۔ نظام الدین میں منتقلی کے بعد مولانا محمد الیاسؒ کو ان کی دینی حالت کی اصلاح کی فکر لاحق ہوئی، مولاناؒ کے والد اور ان کے بھائیوں نے ان کی دینی اصلاح کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ ان کے بچوں کو نظام الدین کے مدرسہ میں تعلیم دے کر میوات میں اصلاح وارشاد کے لئے بھیج دیتے تھے، لیکن مولاناؒ نے ایک قدم آگے بڑھانا چاہا کہ خود میوات کے اندر دینی مکاتب ومدارس قائم کئے جائیں، چنانچہ لوگوں کی بڑی جدوجہد سے وہاں ایک مکتب قائم ہوا اور پھر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور سو سے زائد مکاتب قائم ہوئے، ان کے اخراجات کی ذمہ داری مولاناؒ نے اپنے اوپر رکھی تھی۔

میوات میں طلب دین کی عمومی تحریک:

مولاناؒ لوگوں میں عمومی جہالت کو دیکھ کر صرف ان مکاتب کے وجود سے مطمئن نہ ہوئے،

کیونکہ ساری قوم کو ان مکاتب اور مدارس کے ذریعہ دین کی ضروری تعلیم اور تربیت نہیں دی جاسکتی تھی اور نہ ہی سب اپنے مشاغل زندگی اور وسائل معاش چھوڑ کر ان مدارس کے طالب علم بن سکتے تھے، اس وجہ سے مولاناؒ کو عمومی اصلاح کے لئے عمومی تحریک کی فکر لاحق ہوئی۔

سن ۱۳۴۴ھ میں آپ اپنے شیخ مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے ہمراہ سفر حج پر گئے اور مشاعر حج اور حرمین شریفین کے مقدس مقامات پر نہایت عجز وانکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہے کہ اے اللہ! میرے لئے عام مسلمانوں میں دعوت کا راستہ کھول دے، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور اس کام کے لئے ان کا سینہ کھول دیا۔

تبلیغی جماعت کی ابتداء:

حج سے واپسی پر مولاناؒ نے تبلیغی جماعت کی ابتداء اس طرح کی کہ میوات میں جاکر دینی اجتماعات منعقد کئے اور لوگوں سے جماعتوں کا مطالبہ کیا، چنانچہ جماعتیں تیار ہوئیں اور مختلف علاقوں میں دین کی بنیادی چیز کلمہ اور نماز کی دعوت دینے لگیں اور اس محنت میں لوگوں کو اپنے ساتھ جوڑتی رہیں، عرصے تک میوات میں اس طرز پر کام چلتا رہا، رفتہ رفتہ میوات کی فضا بدلنے لگی اور دین پر عمل اور اس کے لئے قربانی دینے کے اعتبار سے ان میں پختگی آگئی اور وہ اس کام کے لئے دوسرے مقامات میں بھی وقت دینے کے لئے تیار ہوگئے، چنانچہ انہوں نے دوسرے شہروں کاندھلہ، رائے پور، مظفرنگر، سہارن پور اور دہلی وغیرہ کی طرف رخ کرکے یہاں بھی اجتماعات منعقد کئے اور ہر طبقہ میں دین کی دعوت ان اجتماعات کو اکابر اہل علم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور دوسرے بڑے حضرات کی سرپرستی حاصل رہی۔

ان دوسرے شہروں میں محنت کے نتیجے میں مختلف طبقوں کے لوگ دین سے وابستہ ہوگئے، خصوصاً دہلی کے تاجروں نے دین داری میں بہت ترقی کی اور ان کی زندگی، معاشرت اور اخلاق میں محسوس تغیر ظاہر ہونے لگا، حتی کہ بعض وہ تجار جو داڑھی رکھنے والے شخص کو اپنی دکان میں ملازم رکھنا پسند نہیں کرتے تھے اور نمازی آدمی کی ملازمت کو اپنے کاروبار میں حرج سمجھتے تھے، انہوں نے خود داڑھیاں رکھیں اور عین کاروباری مشغولیت کے وقت دکان کو چھوڑ کر نماز اور تبلیغی جماعت کے اعمال میں شریک ہونے لگے۔

باہر دنیا میں اس کام کا فیض:

جو تاجر حضرات دین سے وابستہ ہوگئے تھے، وہ جب دوسرے ممالک میں تجارت کی غرض

سے جاتے تو وہاں بھی وہ اپنا مشن جاری رکھتے اور لوگوں کو اس کام سے متعارف کراتے، اسی طرح مولانا سفر حرمین میں دوسرے ممالک سے آئے ہوئے مسلمانوں کو اس عمومی دعوت کے طریقہ کار اور اس کے اچھے نتائج سے متعارف کرا کے اس کام کو ان کے ممالک میں شروع کرنے کی ترغیب دیتے، جس کے نتیجے میں رفتہ رفتہ باہر دنیا میں اس محنت کا فیض پہنچ گیا اور وہاں سے ہندوستان میں جماعتیں آنا شروع ہوگئیں اور مولانا کی زندگی میں ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں بھی دعوت دی گئی۔ بالآخر ۱۹۴۴ء میں مولانا کی طبیعت خراب ہونے لگی اور ۱۲ رجولائی ۱۹۴۴ء کو انتقال فرما گئے۔

انتقال سے پہلے مولانا نے اپنے بعد اس کام کی سرپرستی کے لئے چند علماء کے نام دیئے تھے، جن میں مولانا یوسفؒ (مولانا کے صاحبزادے) کا نام بھی تھا، انتقال سے پہلے ہی علماء کے مشورہ سے مولانا یوسفؒ کا نام طے ہوا۔ ان کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ جماعت کے امیر مقرر ہوئے، اس طرح ہر دور میں یہ کام علماء کی زیر سرپرستی اور ان کی راہ نمائی میں چلتا رہا اور ان کی تائید اور اعتماد اس کام کو حاصل رہا، دین کی طرف کوئی بھی منسوب کام کی کامیابی اور اس کے اچھے نتائج وثمرات ظاہر ہونے کا راز اکابر اہل علم کی تائید اور اعتماد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تبلیغی جماعت جس کی ابتداء میوات جو دینی حالت کے اعتبار سے ایک پسماندہ علاقہ تھا، میں ہوئی تھی، آج پوری دنیا میں اس کا فیض پھیل گیا ہے۔

۱......حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ:

حضرت مولانا ''بصائر وعبر'' عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''کہنا یہ تھا کہ دعوت وارشاد میں امت مقصر رہی ہے، آج جو نقشہ اسلام اور مسلمانوں کا ہے، اسی تقصیر کا نتیجہ ہے۔ حق تعالیٰ کی ہزار رحمتیں ہوں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی روح پر جنہوں نے مسلمانوں کو بھولا سبق یاد دلایا اور اس سبق یاد دلانے میں ہی فنا ہوگئے، اگر کوئی فنا فی اللہ، فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ کے مظاہر کو سمجھنا چاہتا ہے تو حضرت مرحوم کو دیکھ لے کہ کس طرح فنا فی التبلیغ ہوگئے تھے، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بس یہی فکر دامن گیر تھی، تمام زندگی اور تمام افکار وانفاس بس اسی مقصد کے لئے وقف تھے، حق تعالیٰ نے ان کی جاں فشانی وقربانی، ایثار واخلاص اور جدوجہد کو قبول فرمایا اور چاردانگ عالم میں اس کے ثمرات واثرات پھیل گئے۔

شاید روئے زمین کا کوئی ایسا خطہ باقی نہ رہا ہوگا جہاں ان کی جماعت کے قدم نہ پہنچے ہوں، ماسکو، فن لینڈ واسپین سے لے کر چین وجاپان تک ان قافلوں کی دعوت انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے طریق دعوت سے مشابہت رکھتی ہے، اس کا انتظار نہیں کرتے کہ لوگ خود آئیں گے اور دین سیکھیں گے، بلکہ گلی کوچوں اور بازاروں میں چل پھر کر اور گھر گھر لوگوں کے پہنچ جا کر دعوت دی

جاتی ہے، اور زبان سے، حسن اخلاق سے اور اپنے طرز عمل سے دعوت دی جاتی ہے، سر سے پیر تک اسلامی مجسمہ بن کر اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے، اس لئے اس کا اثر یقینی ہوتا ہے۔

آگے چل کر حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں:

لندن سے برادر محترم مولانا مفتی عبد الباقی صاحب کا ایک مکتوب گرامی آیا تھا جس میں بین الاقوامی اجتماع (لندن) کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے اور جو کچھ عرض کیا گیا اس سے اس کی تائید ہوتی ہے، نامناسب نہ ہوگا، اگر اس کا اقتباس پیش کر دوں، وہ لکھتے ہیں:

''۱...... بین الاقوامی تبلیغی اجتماع ختم ہو چکا، تثلیث کے اس ملک میں توحید کی آواز عجیب منظر پیش کر رہی تھی، ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا قرون اولیٰ کے بچے بچائے لوگ (جن کی زندگیوں میں اسلام کی جھلک نظر آ رہی تھی) جمع ہوئے ہیں، ان میں لمبی لمبی داڑھیوں والے، لمبے لمبے کرتوں والے، پاجاموں والے، شلواروں والے، بڑی بڑی پگڑیوں والے جنہیں دیکھ کر ''گورے لوگ'' محو حیرت بھی تھے اور محو تماشا بھی، جب ہندوستان کا وفد لندن کے ہوائی اڈے ''ہیتھرو'' بلڈنگ نمبر: ۳ پر تشریف لایا تو قانونی کارروائی سے فراغت کے بعد سب سے پہلے امیر التبلیغ حضرت مولانا سید انعام الحسنؒ باہر تشریف لائے، نہ زندہ باد یا مردہ باد کے نعرے، نہ ہنگامہ، نہ شور و شر، کچھ بھی نہیں تھا، بلکہ انتہائی وقار اور خاموشی کے ساتھ، لبوں پر تبسم، چہروں پر طلاقت، اطمینان اور سکون کی فضا میں معانقے ہوئے، مصافحے ہوئے اور پھر دعا شروع ہوئی، جس میں آہیں سسکیاں اور پھر آخر میں دھاڑیں مار کر رونے کی آوازیں بلند ہوئیں، تثلیث کے پرستار نیم عریاں لباس میں کیمرے تان کر کھڑے ہو کر تماشا دکھا رہے تھے، ان کو فوٹو اتارنے سے منع کیا گیا، تاہم چپکے چپکے سے وہ کیمروں کو ہلاتے رہے، سر تا پا حیرت کے مجسمے بنے ہوئے تھے، چونکہ لندن ائیر پورٹ ''ہیتھرو'' پر ایک منٹ میں جہاز اترتا ہے اور قریباً دوسرے میں اڑتا ہے، اس لئے مسافروں کا تانتا بندھا رہتا ہے، مسافر آتے جاتے تھوڑی دیر کے لئے ضرور رکتے، اس لئے کہ منظر ہی ایسا تھا کہ ہر ایک کو دعوت نظارہ دے رہا تھا۔

۲...... یہ مجمع مرکز تبلیغ لندن گیا اور پھر دوسرے دن اجتماع گاہ شیفیلڈ میں پہنچا، تین دن شیفیلڈ میں بڑی رونق رہی، خاص طور پر خیموں میں اور خیموں سے باہر میدان میں نمازوں کے لئے صفیں درست ہو جاتی تھیں تو اس منظر کو دیکھنے کے لئے محل اجتماع سے باہر فٹ پاتھوں پر انگریز مرد اور انگریز عورتیں کافی تعداد میں کھڑے ہو کر تماشا کرنے لگتے، یہ روح پرور منظر ان پر بڑا اثر انداز ہوتا تھا۔

اجتماع میں قریباً اڑتیس ملکوں کے وفود شامل ہوئے جو آسٹریلیا کے علاوہ باقی چار براعظموں کے مختلف بولی بولنے والے، مختلف نسل و رنگ کے لوگ تھے، کینیڈا، امریکہ، افریقہ، ایشیا، یورپ اور عرب و عجم اسلام کے عالمگیر دین ہونے کا نقشہ نظر آ رہا تھا''۔ (بصائر و عبر: ۱/۶-۵۰۹)

۲......حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ:

حضرت مولاناؒ سے ایک سائل نے ''تبلیغی جماعت'' کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرنا چاہی، اس کے جواب میں مولاناؒ نے ''تبلیغی جماعت'' کے بارے میں جن جذبات کا اظہار فرمایا ہے، اس کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

''آپ نے ''تبلیغی جماعت'' کے متعلق پوچھا ہے، اس کے بارے میں عرض ہے کہ میں چند باتیں آپ سے عرض کردوں گا، آپ نتیجہ خود مرتب فرمالیں، وہ جماعت جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے رکھی، اس دور میں اور اس علاقہ میں کہ جس کو اگر میں نبی کریم ﷺ کے بعثت کے زمانہ کے پہلے کے ساتھ تشبیہ دے دوں تو بے جانہ ہوگا۔

پھر مولاناؒ کی انتھک محنتوں کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے کہ وہ لوگ جن کے بارے میں عقل سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ دین کی طرف آئیں گے، وہ راہ ہدایت کی طرف مائل ہوئے اور آج کل کے گئے گزرے دور میں ان کی ولایت میں شک کرنا محال ہے، جیسا کہ اس کی نظیریں ہمارے سامنے سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ شرابی، زانی، ڈاکو، چور، بدمعاش غرضیکہ معاشرے کے بدترین افراد کہ جن کا معاشرہ میں سوسائٹی کے گرے ہوئے طبقہ میں شمار ہوتا ہے، ان کی کی زندگیوں میں انقلاب آیا اور پھر وہ ایسا انقلاب نہیں کہ اس سے توبہ کر کے وہ کسی ذاتی مشغلہ میں مشغول ہوگئے، بلکہ صحیح انقلاب جس کا نام ہے کہ اتباع سنت کا پورا پورا نمونہ بن گئے، اپنی پوری پوری زندگیاں اس کے راستے میں ان لوگوں نے وقف کردی ہیں، جس میں ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے، بلکہ اس میں سراسر معاشرہ کی بھلائی ہی کا سوچتے ہیں اور ان کے دل میں ایک تڑپ ہے کہ کسی طرح معاشرہ درست ہو جائے اور خلافت راشدہ جیسے آثار نمودار ہونے لگ جائیں۔ اور یہ اخلاص ہی کا ثمرہ ہے، کیونکہ اس میں ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں، جہاں کہیں بھی جائیں، سروں پر خانہ بدوشوں کی طرح بستر اٹھائے جارہے ہیں، نہ سردی کی پرواہ اور نہ ہی گرمی کی، راستے میں جو بھی تکالیف درپیش ہوں ان کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے اپنے میں مگن ہیں، کسی سے پائی پیسہ تک نہیں مانگنا، حتی کہ اگر کسی جگہ کے مقامی رات گزارنے کی اجازت نہ دیں تب بھی کوئی پرواہ نہیں، بس اپنا مشن جاری ہے، وہ یہ کہ معاشرہ درست ہو جائے اور حقیقت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مصداق یہی لوگ ہیں''۔ (فتاویٰ بینات، کتاب العلم: ۲/۱۲۵،۱۲۶)

۳......حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ:

ایک صاحب جو دس سال تک تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک رہا تھا، پھر اس کا دل ہٹ گیا،

اس نے اس جماعت کے بارے میں چھ شبہات واشکالات حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی خدمت میں پیش کئے تھے، مولاناؒ نے اس کا جواب دیا ہے، اس کا اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، جس سے حضرتؒ کے تبلیغی جماعت کے بارے میں جذبات کا اظہار ہو جائے گا، مولاناؒ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا یہ ارشاد کہ تبلیغ والے کسی سوال کا جواب دینے کے بجائے ہاتھا پائی یا گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں، ممکن ہے آپ کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہو، لیکن اس ناکارہ کو قریباً چالیس برس سے اکابر تبلیغ کو دیکھنے اور ان کے پاس بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع مل رہا ہے، میرے سامنے تو کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ تبلیغ والے چھ نمبروں سے نکلتے نہیں اور دین کی دوسری مہمات کی طرف توجہ نہیں دیتے، یہ بھی کم از کم میرے مشاہدے کے تو خلاف ہے، ہزاروں مثالیں تو میرے سامنے ہیں کہ تبلیغ میں لگنے سے پہلے وہ بالکل آزاد تھے اور تبلیغ میں لگنے کے بعد انہوں نے نہ صرف خود قرآن کریم پڑھا، بلکہ اپنی اولاد کو بھی قرآن مجید حفظ کرایا اور انگریزی پڑھانے کے بجائے انہیں دینی تعلیم میں لگایا، دینی مدارس قائم کئے، مسجدیں آباد کیں، حلال وحرام اور جائز وناجائز کی ان کے دل میں فکر بیدار ہوئی اور وہ ہر چھوٹی بڑی بات میں دینی مسائل دریافت کرنے لگے۔ بہت ممکن ہے کہ بعض کچے قسم کے لوگوں سے کوتاہیاں ہوتی ہوں، لیکن اسکی ذمہ داری تبلیغ پر ڈال دینا ایسا ہی ہوگا کہ مسلمانوں کی بدعملیوں کی ذمہ داری اسلام پر ڈال کو نعوذ باللہ اسلام ہی کو بدنام کیا جانے لگے، جس طرح ایک مسلمان کی بدعملی یا کوتاہی اسلام پر صحیح عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے، نہ کہ نعوذ باللہ اسلام کی وجہ سے، اسی طرح کسی تبلیغ والے کی کوتاہی یا بدعملی بھی تبلیغ کے کام کو پوری طرح ہضم نہ کرنے کی وجہ سے ہوسکتی ہے، نہ کہ خود تبلیغی کام کی وجہ سے اور لائق ملامت اگر ہے تو وہ فرد ہے، نہ کہ تبلیغ۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ تقریباً دس سال تک تبلیغ سے منسلک رہے ہیں، مگر اب آپ کا دل اس سے ہٹ گیا ہے، یہ تو معلوم نہیں کہ دس سال تک آپ نے تبلیغ میں کتنا وقت لگایا، تاہم دل ہٹ جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تبلیغ جیسے اونچے کام کے لئے اصولوں اور آداب کی رعایت کی ضرورت ہے، وہ آپ سے نہیں ہوسکی، اس صورت میں آپ کو اپنی کوتاہی پر توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور یہ دعا بہت ہی الحاح وزاری کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔ ''**اللّٰھم انی اعوذبک عن الحور بعد الکور**''۔ ''**ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب**''۔ (فتاویٰ بینات، کتاب العلم: ۲/۱۲۱،۱۲۲)

۴...... شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم:

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فیجی آئی لینڈ کے شہر نادی (ننڈی) کے تبلیغی مرکز میں بروز

جمعرات ۱۲؍ستمبر ۲۰۰۶ء کو بیان فرمایا تھا، اس بیان کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''جن علماء نے یہ کام شروع کیا، وہ علماء اپنے زمانے کے تمام اکابر کے نزدیک معتبر تھے، ان کا علم بھی معتبر تھا، ان کا تقویٰ بھی معتبر تھا اور ان کا طریقۂ کار بھی معتبر تھا، یہ ساری کی ساری باتیں ٹھیک تھیں تو پھر ہم کیسے کہہ دیں گے کہ تبلیغ غلط ہے، نہیں! کئی لوگ کہتے ہیں اور اس طرح کہنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے، میں اپنا نقطۂ نظر بتارہا ہوں، میں تبلیغ کے کام کو بے حد مفید سمجھتا ہوں، تبلیغ کے کام کی وجہ سے لوگوں کی زندگی میں جو انقلاب آیا ہے اور عالمی انقلاب، ہندوستان میں صرف نہیں آیا، پاکستان میں صرف نہیں آیا، یورپ میں صرف نہیں آیا، امریکا میں نہیں آیا، آپ کے آسٹریلیا میں صرف نہیں آیا، ہر جگہ آیا، اتنے بڑے کام کو آنکھیں بند کر کے یہ کہہ دینا کہ غلط ہے، یہ صحیح نہیں، ٹھیک ہے کوتاہیاں ہوتی ہیں، ہمارے مدرسے ہوتے ہیں، ان مدرسوں کے اندر بھی کئی کوتاہیاں ہوتی ہیں، کئی کوتاہیاں ہوتی ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ مدرسہ غلط ہے، اگر کوئی مبلغ آپ کے محلے میں رہتا ہے اور اس کی حرکتیں کچھ ایسی ہیں جو شایان شان نہیں ہیں تو یہ اس کی شخصی غلطی ہے، یہ تبلیغ کی غلطی نہیں ہے، تبلیغ نے اس کو یہ درس نہیں دیا'' (ماہنامہ الفاروق ربیع الثانی: ۱۴۲۸ھ ص: ۵)

۵......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم جزائر فیجی کے سفرنامہ میں وہاں کے مسلمانوں کے دینی حالات پر تبصرے کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ابتداء میں جو مسلمان یہاں آئے تھے وہ نماز، روزے اور دوسرے شعائر اسلام کے فی الجملہ پابند تھے، انہوں نے یہاں مسجدیں بھی تعمیر کیں، لیکن چونکہ نئی نسلوں کی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہ تھا، اور ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کے ساتھ میل جول کثرت سے تھا، اس لئے رفتہ رفتہ دین پر عمل کے آثار ماند پڑتے چلے گئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کو یہاں دین کے احیاء کا ذریعہ بنایا، پہلی بار زمبیا سے ایک جماعت (غالباً ۱۹۶۷ء میں) یہاں آئی اور اس نے لوگوں میں دین کی طرف لوٹنے کا جذبہ پیدا کیا اور لوگ اپنے دینی فرائض سے آگاہ ہوئے، مزید مسجدوں کی بنیاد رکھی گئی، مسجدوں میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے مکتب قائم ہوئے، یہاں تک کہ اب بفضلہ تعالیٰ ملک کے طول وعرض میں دینی سرگرمیاں اہتمام کے ساتھ جاری ہیں''۔ (سفر در سفر ص: ۲۰)

حضرت دامت برکاتہم 'البانیہ کے سفرنامہ میں تبلیغی جماعت کے کام کو سراہتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ترانا (Tirana) اس وقت البانیہ کا دارالحکومت ہے، یہاں ایئرپورٹ پر اترتے ہی

ہم شہر کے ایک مضافاتی محلے لیکناس (Lacnas) میں مسجد الباقر پہنچے، جہاں نماز عشاء ادا کی۔ یہ مسجد شہر میں تبلیغی جماعت کا مرکز ہے، دنیا میں جہاں کہیں جانا ہوتا ہے، ماشاء اللہ! تبلیغی جماعت کا کام ممتاز نظر آتا ہے اور اس کے فوائد واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں، الحمد للہ! البانیہ میں بھی تبلیغی جماعت کا کام ہو رہا ہے''۔ (سفر در سفر ص:۱۵۴)

لاطینی امریکہ کے سفرنامہ میں حضرت مدظلہم نے ایک مسلمان جس کی زندگی میں تبلیغی جماعت کی برکت سے انقلاب آیا تھا، کا قابل رشک واقعہ تحریر فرمایا ہے:

تبلیغی جماعت کے کام نے جن زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا، ان کی ایک قابل رشک مثال ہمارے سامنے اس وقت آئی، جب علی الصیفی صاحب کے ماموں زاد بھائی صہیب صاحب سے ہماری ملاقات کرائی گئی یہ نوجوان ''جماعت'' کے کام میں بہت سرگرم ہیں اور علی صاحب نے بتایا کہ ان کے والد مصطفیٰ احمد العرہ لبنان کے ان مالدار لوگوں میں سے تھے جو برازیل میں آکر دین و مذہب سے بالکل بے تعلق ہوگئے تھے اور مغربی تہذیب کے تمام برے لوازم ان کی زندگی میں موجود تھے، یہاں تک کہ وہ اپنی ان بری عادتوں کی وجہ سے مسلمانوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے تھے، ان کے والد نے ان کی اصلاح کے لئے سختی اور نرمی کا ہر طریقہ آزمایا، مگر ان کے اطوار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، یہاں تک کہ ۱۹۷۱ء کے قریب برطانیہ سے ایک تبلیغی جماعت آئی، اور اس کے امیر نے کسی جگہ بیان کیا تو اس وقت اتفاق سے یہ صاحب بھی وہاں موجود تھے، بیان کرنے والے صاحب کی شکل وصورت دیکھ کر انہوں نے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ کسی مسجد یا مدرسے کے لئے چندہ کریں گے، اس لئے ان کے دل میں ان کے لئے اچھے جذبات نہیں پیدا ہوئے، لیکن جب انہوں نے بیان کرنا شروع کیا تو نہ جانے کس دردمندی کے ساتھ انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے کوئی پیسہ نہیں چاہئے، ہم اپنا پیسہ خرچ کرکے یہاں اس لئے آئے ہیں کہ آپ کو اس دین کے حصول کی دعوت دیں جو حضور نبی کریم ﷺ لے کر تشریف لائے تھے تو انہیں اپنے خیال پر ندامت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو مصطفیٰ العرہ صاحب کی زندگی بدلنی تھی، اس کے بعد انہوں نے پورا بیان سنا اور انہی کے کہنے پر مصطفیٰ العرہ صاحب ۱۹۷۲ء میں پاکستان گئے اور جب لوٹے تو وہ ایک بالکل مختلف انسان تھے، جن لوگوں نے ان کی پہلی زندگی دیکھی تھی وہ انہیں نئے روپ میں پہچان نہیں سکتے تھے۔ پاکستان سے واپس آکر انہوں نے پوری زندگی تبلیغی جماعت کے کام کو برازیل میں فروغ دینے کے لئے وقف کردی، اور مرتے دم تک اس خدمت میں مشغول رہے۔ ملک بھر میں جماعت کا کام جس طرح پھیلا، اس میں ان کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ (سفر در سفر ص:۲۳۹)

۶......حضرت مولانا شمس الرحمٰن عباسی صاحب دامت برکاتہم :

۱۵/ مارچ بروز جمعرات ۲۰۱۲ء کو استاذ محترم حضرت مولانا محمد عادل صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا شمس الرحمٰن عباسی صاحب کے ہاں حاضر ہوئے۔ حضرت خود ہی باہر تشریف لائے اور ہمیں اپنے مہمان خانہ میں بٹھایا۔ استاد محترم نے درخواست کی کہ ساتھیوں سے کچھ بات ہوجائے، حضرت نے تواضعاً منع فرمایا، پھر کہنے لگے: مجھے تو بات کرنی نہیں آتی، لیکن اپنی ابتدائی زندگی کا قصہ سناؤں کہ کس طرح میرا پہلی مرتبہ تبلیغی جماعت میں وقت لگا اور اسکے بعد کیا واقعات پیش آئے اور اس قصہ سے مقصود تبلیغی محنت اور اس کام کی حقیقت بتانا ہے۔

فرمانے لگے کہ ابتداء میں میں صرف شب جمعہ کے لئے مکی مسجد جایا کرتا تھا، جہاں مختصر سا مجمع ہوتا تھا، یہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے اور اس وقت تک ہماری مسجد (غفوریہ مسجد) میں تبلیغ کا کام شروع نہیں ہوا تھا، حضرات کو بڑی فکر تھی کہ کسی طرح اس مسجد میں کام شروع ہوجائے، چنانچہ سہ روزہ کی جماعت ہماری مسجد میں تشریف لائی، جس میں بھائی امین صاحب (سابقہ امیر تبلیغی جماعت کراچی) بھی تھے، دو دن تک بیانات ہوتے رہے، لیکن مسجد سے کوئی بھی وقت لگانے کے لئے تیار نہیں ہوا، تیسرے دن بھائی امین صاحب کا بیان ہوا، بیان کے بعد مطالبہ شروع ہوا، لیکن کوئی تیار نہیں ہوا، آخر میں، میں نے نام لکھوایا، اس نیت سے کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ حضرات تین دن سے مطالبہ کررہے ہیں، لیکن کوئی تیار نہیں ہورہا ہے، نہ کہ تبلیغ کے کام کی نیت سے اور پھر میرے ساتھ سترہ افراد وقت لگانے کے لئے تیار ہوئے اور ہماری تشکیل جامعہ فاروقیہ ہوئی۔

جامعہ فاروقیہ میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی زیارت ہوئی حضرت فرمانے لگے کہ: ان تین دنوں میں میری عجیب کیفیت تھی اور ہر وقت ایسا لگتا تھا جیسے میں ہوا میں اڑ رہا ہوں اور بے اختیار رونا آتا تھا، ایک دفعہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے دریافت بھی فرمایا کہ کیوں روتے ہو؟ تیسرے دن مشورہ میں میرا بیان طے ہوا، میں نے منع بھی کیا کہ مجھے بیان کرنا نہیں آتا، لیکن سارے ساتھیوں کا اصرار تھا کہ آپ ہی بیان کروگے۔ میں جب بیان کے لئے کھڑا ہوا تو ایک طرف حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم، طلباء کو حدیث کا درس دے رہے تھے، حضرت مجھے دیکھتے ہی اپنا درس چھوڑ کر طلباء سمیت بیان میں تشریف لائے، میں سرتاپا پسینہ ہوگیا اور عجیب کیفیت ہوگئی، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، لیکن اللہ نے مدد فرمائی اور کچھ بات کرلی۔

حضرت فرمانے لگے کہ ہمارے ایک ساتھی بھائی شمیم صاحب تھے، حضرت مولانا احمد علی

لاہوریؒ کے مرید تھے، ان پر بہت زیادہ رقت طاری ہوتی تھی اور بے اختیار روتے تھے، بیان کے بعد انہوں نے دعا کی اور پورا مجمع ان کے ساتھ بے اختیار رورہا تھا، مسجد میں ایک عجیب کیفیت بن گئی تھی۔

تین دن کے بعد ہماری واپسی ہوئی اور اس کے بعد عجیب کیفیت تھی، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آیا اس کام میں شامل ہو جاؤں یا نہیں۔ شب جمعہ کو استخارہ کا ارادہ کیا، غسل کیا اور کپڑے دھو کر صاف کپڑے پہنے اور دو رکعت نفل پڑھ کر استخارہ کی دعاء پڑھ کے سوگیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں عشاء کی نماز کے لئے مسجد جارہا ہوں، راستے میں میرے ماموں (مولانا نجم اللہ صاحب کے والد) ملے جو ہمارے ساتھ جماعت میں بھی تھے، ان کے پاس گاڑی تھی، مجھ سے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا: نماز کے لئے، انہوں نے کہا کہ میں نے بھی نماز نہیں پڑھی ہے، ساتھ چلتے ہیں، میں ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور مسجد کی طرف روانہ ہوگئے، سامنے دیکھتے ہیں تو بیت اللہ شریف نظر آتا ہے، میں بہت خوش ہوا اور یہ خیال آیا کہ میں ۱۹۷۲ء میں حج کے لئے آیا تھا تو حج کی وجہ سے کافی رش تھا، ابھی حج کا موسم نہیں ہے، رش نہیں ہوگا تو زمزم کا پانی خود ڈول کے ذریعہ نکال کر خوب پیوں گا، اس زمانہ میں ڈول کے ذریعہ بھی زمزم کا پانی نکالا جاتا تھا، جب ہم قریب گئے تو وہاں بہت زیادہ رش تھا اور بیت اللہ کے اردگرد بڑا مجمع تھا، میں نے پوچھا کہ یہ مجمع کیوں ہے؟ ابھی تو حج کا موسم نہیں ہے تو کسی نے کہا کہ یہ تبلیغ والوں کا اجتماع ہے، میں نے کہا کہ میرا تو ارادہ تھا کہ میں بہت زیادہ زمزم کا پانی پیوں گا، ابھی یہ لوگ یہاں جمع ہوگئے ہیں تو میں کس طرح زمزم پیوں گا؟ کسی نے کہا کہ تبلیغ والوں نے باہر زمزم کا پائپ لگایا ہے اور چار نل لگائے ہیں، آپ وہاں جاکر زمزم پی لو! میں جب وہاں آیا تو واقعی چار نل لگے ہوئے تھے اور چاروں طرف پانی بہہ رہا تھا اور اس کے قریب دو حوض بھی بنے ہوئے تھے، ایک کا پانی گدلا تھا اور ایک کا پانی صاف شفاف تھا، میں نے دریافت کیا کہ یہ دو حوض کس لئے ہیں؟ تو بتایا گیا کہ جس حوض کا پانی گدلا ہے، اس میں لوگ آکر صفائی حاصل کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد شفاف پانی والے حوض میں چلے جاتے ہیں، ہم نے زمزم کا پانی پیا، اس کے بعد بیداری ہوئی۔

حضرت فرمانے لگے کہ: اس خواب کی تعبیر یہ ذہن میں آئی کہ بیت اللہ میں تبلیغ والوں کا اجتماع اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دعوت کا کام حضور ﷺ نے یہاں سے شروع فرمایا تھا اور باہر زمزم کے پانی کے چار نلوں کا ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کام کا فیض چاروں طرف پورے عالم میں پھیلے گا اور دو حوض ایک کا پانی گدلا اور ایک کا پانی صاف شفاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اس کام میں لگے گا تو گناہوں کا سارا میل کچیل اتر جائے گا اور صاف شفاف ہو جائے گا۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد میں نے ایک دوسرا خواب دیکھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں نماز کے لئے مسجد جارہا ہوں، جب مسجد پہنچتا ہو تو وہاں بہت زیادہ رش ہوتا ہے، پوری مسجد بھری ہوئی ہے، باہر سڑک اور فٹ پاتھ پر بھی لوگ ہیں، پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں اور حضور ﷺ خود ہی نماز پڑھائیں گے، نماز ہوئی، اس کے بعد اعلان ہوا کہ ابھی حضور ﷺ کا بیان ہوگا میں مسجد کے اندر جانے لگا تو ایک صاحب نے کہا کہ آپ یہیں بیٹھ کر بیان سنیں، اندر نہ جائیں، ابھی انتشار ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں تو اندر جاکر سنوں گا، حضور ﷺ کی زیارت کے بغیر تو مجھے بیان سننے میں مزہ نہیں آئے گا تو ان صاحب نے اجازت دی اور کہا کہ آپ اکیلے ہی اندر چلے جاؤ، میں اندر گیا، حضور ﷺ کے پُر انور چہرہ کی زیارت ہوئی اور آپ کی داڑھی مبارک کے بال ایسے چمک رہے تھے جیسے سیم وزر کی تاریں چمکتی ہوں۔ حضور ﷺ بیان فرمارہے ہیں اور تبلیغی کام کے بارے میں ارشادات اور ہدایات فرمارہے ہیں پھر آخر میں فرمایا کہ آپ کو اس کام میں ایسی جگہ جانا ہو، جہاں پانی نہ ہو تو تیمّم کرنا اور پھر حضور ﷺ نے عملی طور پر تیمّم کا طریقہ بھی سکھلایا، لیکن اس مین حضور ﷺ نے دونوں پاؤں پر بھی تیمّم کرکے دکھلایا، میرے برابر میں دو عالم حضرات بیٹھے تھے، انہوں نے کہا کہ ہم نے تیمّم کا جو طریقہ کتابوں میں پڑھا ہے اس میں تو پاؤں کا تیمم نہیں ہے؟ تو میں ان سے کہا کہ ہمارے پڑھنے کا اعتبار نہیں ہے، جو صاحب شریعت فرمارہے ہیں اس کا اعتبار ہے۔ بیان ختم ہونے کے بعد ہم نے حضور ﷺ سے مصافحہ فرمایا، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور معمولی سواری پر بیٹھ کر تشریف لے گئے اس کے بعد بیداری ہوئی۔

حضرت نے یہ خواب سنانے کے بعد فرمایا کہ: حضور ﷺ کا پاؤں پر تیمم کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کام میں لگنے سے گناہوں سے پاکی حاصل ہوتی ہے، جس طرح تیمّم پاکی کا ذریعہ ہے۔

اس کے بعد حضرت دامت برکاتہم نے اپنی ایک تشکیل کی کارگزاری سنائی کہ ہم NED کالج کے ہاسٹل میں گشت کرنے گئے، ایک کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا، ایک نوجوان نے دروازہ کھولا اور کہنے لگا کہ تم تبلیغ والے کسی کو معاف نہیں کرتے ہو۔ میرا کل پرچہ ہے، مجھے تیاری کرنی ہے، میں آپ لوگوں کو وقت نہیں دے سکتا ہوں، حضرت فرمانے لگے کہ میں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کا زیادہ وقت نہیں لیں گے، وہ دس منٹ وقت دینے پر خوشی سے راضی ہوا، میں نے اس سے کہا کہ ہم صرف پانچ منٹ بات کریں گے، اس سے پانچ منٹ بات ہوئی کہ آپ امتحان کے بعد کچھ وقت لگالیں، اس نے کہا کہ بہت مشکل ہے، میں تین سال سے اپنے علاقہ کوئٹہ نہیں گیا ہوں، اس سال میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ضرور کوئٹہ جاؤں گا۔ میں نے اصرار کیا کہ اس سال وقت لگالو، اگلے سال پھر اپنے علاقہ چلے جاؤ، لیکن وہ بظاہر اس بات پر راضی نہیں ہوا، بات کرنے کے بعد ہم پھر چلے گئے۔

کچھ عرصہ بعد ہماری تشکیل کورنگی ہوئی، وہاں ایک مسجد گئے تو ایک خوبصورت باشرع نوجوان نے نماز کے بعد تعلیم کرائی، تعلیم کے بعد وہ مجھ سے ملا، میں نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا، اس نے کہا کہ میں وہی لڑکا ہوں جس کو آپ نے کہا تھا کہ اس سال اپنے علاقہ نہیں جاؤ اور کچھ وقت لگالو، اس وقت تو میں تیار نہیں ہوا تھا، لیکن بعد میں میرے دل میں بات آئی اور میں کوئٹہ جانے کے بجائے جماعت میں چلا گیا اور داڑھی بھی رکھ لی ہے اور ابھی میں جماعت میں چل رہا ہوں، اس کے بعد حضرت نے دوسری کارگزاری سنائی کہ اسی کالج میں ایک سیاسی جماعت کا لیڈر بھی تھا، وہ تبلیغی جماعت والوں کو بہت تنگ کرتا تھا اور ان پر اعتراضات کرتا اور ان سے بے جا سوالات کرتا تھا، جماعت والوں نے مجھ سے کہا کہ اس شخص سے آپ بات کرلیں اور آپ ان کے اعتراضات کا جواب دے سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے خود کچھ نہیں آتا ہے کہ میں اس کے اعتراضات کا جواب دوں، اللہ جو بات دل میں ڈالے وہ اس سے کرلیں گے۔ دو ساتھیوں کو ذکر میں بٹھایا اور اس سے بات شروع کی، اس شخص نے اعتراضات شروع کردیئے، سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ کہ تبلیغ والے صرف اسی کام کو کام سمجھتے ہیں، باقی کاموں کو دین کا کام نہیں سمجھتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے کہ یہی صرف دین کا کام ہے، باقی بھی جتنے کام اور محنتیں دین کی ہورہی ہیں وہ بھی ہیں، البتہ دنیا میں اصول اور تجربہ یہ ہے کہ انسان کسی کام میں اس وقت تک صحیح طور پر کامیاب نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ انسان اس کام کو اپنے اوپر سوار اور غالب نہ کرے، تبلیغ والوں نے اس کام کو اپنے اوپر سوار اور غالب کیا ہے کہ یہی ہمیں کرنا ہے، اس وجہ سے وہ اس میں کامیاب ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ باقی دین کے کاموں کو دین کا کام نہیں سمجھتے ہیں، اس کے بعد یہ صاحب وقت لگانے کے لئے تیار ہوئے اور بعد میں مستقل تبلیغی جماعت کے ساتھ جڑے رہے۔

حضرت دامت برکاتہم نے یہ چند واقعات سنائے اور بھی کئی باتیں فرمائیں اور فرمایا کہ ان کے سنانے سے میرا مقصود اس کام کی حقیقت کو بتلانا ہے کہ یہ دنیا میں دین کے پھیلانے کا ایک اچھا راستہ ہے، آخر میں مجلس برخاست ہوئی اور حضرت نے دعا فرمائی۔

☆☆....☆☆

نہیں جیب کفن میں ہوتی

پروفیسر محمد حمزہ نعیم، جھنگ

اس طرح تو آدمی خودآدمی رہتا نہیں
صاحبِ ایمان کیا انسان بھی رہتا نہیں

ہر طرف این آر او کا شور مچا ہوا ہے، ہر دوسرے چوتھے روز اخباروں میں اس عنوان پر مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں: اگر سیاسی لیڈروں کی بیرون ملک جمع کرائی دولت پاکستان میں لائی جائے تو کوئی غریب نہ رہے، یہ صرف آج کی بات نہیں، پہلے بھی کمزور ایمان لوگ کہا کرتے تھے: ''یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ'' کاش! ہمیں بھی ایسی دولت ملتی، جیسی قارون کو ملی ہے، وہ تو بڑا خوش نصیب ہے''۔ مگر پختہ ایمان لوگ کہہ رہے تھے: ''وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّکُمْ'' ۔ (اللہ کے بندو! اس حرام مال اور اس کے جمع کرنے والے مسٹر ٹین پرسنٹ پر نظر مت لگاؤ) ''اللہ کا دیا ہی خیر کا ذریعہ ہوتا ہے''۔

کیا کبھی کسی نے نانِ شعیر پر حیدر کرارؓ کو اور حسنین کریمینؓ کو شکوہ کرتے سنا؟ اس کے خلاف ابوذرؓ تو دو وقت سے زائد کے لئے روٹی رکھنے کے روادار نہ تھے۔ نبی ﷺ کے خلیفہ بلافصلؓ دنیا سے رخصتی کے وقت پُرانے کپڑوں میں کفن کا حکم فرما کر جارہے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظمؓ پیوند لگے جوڑے کے ساتھ بیت المقدس کے خزانوں کی چابیاں سنبھال رہے ہیں۔ خلیفہ راشد سیدنا حضرت عثمانؓ...... غنی کہلاتے ہیں، مگر مال کہاں لگ رہا ہے؟ ہزاروں نقد دے کر اہل مدینہ کے لئے کنواں خرید رہے ہیں، مسجد نبوی کی توسیع پر مال خرچ کر رہے ہیں، جیشِ عسرت پر خوانے لٹا رہے ہیں، ان کی سخاوت پر نبی مکرم ﷺ اپنی رضا کی مہر لگا رہے ہیں اور رب العالمین سے بھی اس کی رضا کی مہر لگانے کی درخواست کر رہے ہیں اصحاب رسول علیہ السلام کی اکثریت فقراء پر مشتمل ہے، لیکن کسی کو شکوہ نہیں، پیوند کپڑوں اور ٹوٹے جوتوں والے مجاہد چیتھڑوں میں لپٹی تلواروں سے جب قیصر وکسریٰ کی افواج قاہرہ پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ان کے رستم جیسے مشہور پہلوان جان بچانے کے

بہانے تلاشتے ہیں۔ نانِ جویں بھی پیٹ بھر کر نہ کھانے والے فقیروں کے سامنے پناہ نہ پاکر رستم جیسے سالار دریا میں چھلانگ لگاتے اور پھر انہی فقیروں کے ہاتھوں گھسیٹ کر دریا سے نکالے، پھر مارے جاتے ہیں۔ مالِ غنیمت میں لاکھوں بلکہ بے انتہاء قیمتی شاہی تاج ہاتھ میں لے کر آنے والا مجاہد منہ لپیٹ کر امیر کی خدمت میں اسے لا پھینکتا ہے، امیر اس تاج شاہی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر لانے والے مجاہد کو پکارتا ہے: تیرا نام تیرے باپ کا نام کیا ہے؟ جواب ملتا ہے: جس کی رضا کے لئے میں نے مالِ غنیمت میں خیانت نہیں کی، وہ میرا اور میرے باپ کا نام جانتا ہے۔ جی ہاں!

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہوکر

آج حب مال و جاہ کا لا علاج مرض ہر مسلمان کو کھا رہا ہے، الا ماشاء اللہ۔ کوئی دبئی اور کوئی سوئس بینکوں کے پیٹ کو اپنا پیٹ سمجھ کر بھر رہا ہے اور کوئی صلیبیوں، یہودیوں کی بے پایاں خدمات انجام دے کر ڈالروں کی ذلت وصول کر رہا ہے۔ جن کے ہاتھ میں کچھ نہیں، وہ صبح شام ”یٰلیت لنا مثل ما اوتی قارون“ کی تسبیح پڑھ رہے ہیں، انہیں بھی یقین نہیں کہ ایک قارون تو موسیٰ کلیم کی بددعا کی وجہ سے سارا مال سر پر رکھ کر زمین برد ہوا، لیکن باقی اکثر قارون یا قارون کے ہم سیرت مرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

ساری عمر کئے اکٹھے ہیرے جوہر موتی
مرتے دم معلوم ہوا نہیں جیب کفن میں ہوتی

میرے نصیب میں میرے پیٹ میں وہی کچھ جائے گا جو مالک نے لکھ دیا ہے، مقدر سے زیادہ مجھے مل نہیں سکتا، مگر ”ثواب اللہ خیر لکم“، اللہ کی دین ہی بہترین ہے اللہ کے بندو! اللہ پر نظر رکھو، اس کی نافرمانی سے بچو، نبی ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کرو، اصحابؓ نبی کو دیکھو، جب اللہ کا نام اور نبی ﷺ کی اطاعت کا علم لے کر نکلے ہیں تو خاقانِ چین ان کا پانی بھرتا نظر آیا، شاہ فرانس جزیہ دے کر ان کو حاکم تسلیم کر رہا ہے، مشرق سے مغرب اقصیٰ یعنی اس زمانہ کی آباد دنیا جزائر مراکش تک علم اسلام لہرا رہا ہے، جنگلی درندے ان کے حکم سے جنگل خالی کر کے بھاگ رہے تھے، ان کو ڈالروں کی ہوس نہیں تھی، ان کو اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی ہوس تھی، وہ کامیاب ہوئے۔ ہے کوئی ان کے قدموں پر قدم بڑھانے والا؟۔

☆☆....☆☆

حقوقِ نسواں

قدیم وجدید تہذیبوں اور اسلام کی نظر میں

ایک تقابلی مطالعہ (آخری قسط)

ڈاکٹر بشیر احمد رند
اسسٹنٹ پروفیسر سندھ یونیورسٹی، جامشورو

دورِ حاضر میں عورت کی حیثیت

دورِ حاضر اپنے فکری، تہذیبی تجربے اور معاشرتی رویوں کے باعث دراصل مغربی تجربہ ہے۔ مغرب اس وقت دنیا کی غالب قوت ہے، اور اس کی تہذیب تقریباً دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔ مغرب کے تہذیبی تجربے کے پس منظر میں اس کے اپنے تاریخی، ثقافتی، فکری اور مذہبی عوامل ہیں۔ موجودہ تہذیبی تجربہ ایک اعتبار سے ان کی روایت کا ارتقاء اور تسلسل ہے، اس کے پس منظر میں یونانی، رومی اور مسیحی تجربات ہیں۔ مغرب کا غالب مزاج مادی ہے اور عیش کوشی ان کا طرزِ حیات ہے، یہ دونوں عناصر اس کے تہذیبی تجربے میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مسیحی عہد میں روحانیت کچھ دیر غالب رہی، لیکن جلد ہی ریاست اور کلیسا کی کشمکش شروع ہوگئی، جو بالآخر کلیسا اور مذہب کی شکست اور مادیت اور عیش کوشی کی فتح پر منتج ہوئی۔ موجودہ مغرب مادی، سیکولر اور عیش کوش ہے، اس کی عسکری طاقت اس طرز حیات کے دفاع اور پوری دنیا میں اس نظام اقدار کے نفاذ کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔

یورپ کا نیا دور تحریکِ تنویر (Enlightement) سے شروع ہوتا ہے۔ تحریکِ اصلاح مذہب (Reformation) انقلاب فرانس (French Revolution) اور انگلستان میں صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) نے علمی ومعاشرتی شخصیتیں پیدا کیں۔ اب آزادی اور مساوات (Freedom and Equality) نئی قدریں قرار پائیں۔ مسیحیت کی مذہبی روایت کے خلاف بغاوت نے مختلف سطحوں پر کام کیا۔ علمی وسائنسی، سیاسی ومعاشرتی اور معاشی ومادی وغیرہ تمام سطحیں انقلابی تبدیلیوں کی زد میں تھیں، ان تمام سطحوں پر خالص مادی وعقلی بنیادیں ہی نتیجہ کے لئے قبول کی گئیں۔ آزادی کے تصور نے ''مسیحی نظامِ اخلاق، جو جبر اور گھٹن پر مبنی تھا اور نظامِ

جاگیرداری (Feudal System) جو ظلم اور جبر واستحصال کی علامت تھا'' کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ دور جدید کے آغاز میں صنفِ اناث کو پستی سے اٹھانے کے لئے کوشش کی گئی، عورت کی تذلیل کے تصور کو ختم کیا گیا، اس کے سلب شدہ معاشی حقوق بحال کئے گئے اور نکاح وطلاق کے پچھلے قوانین کی سختی دور کی گئی۔ عورت کے حقوق کے لئے جو مہم چلائی گئی، دراصل ان نظریات پر مبنی تھی جو جدید مغربی معاشرت کے ستون متصور ہوتے ہیں، یعنی:

۱...... مرد وعورت کی مساوات۔

۲...... عورتوں کا معاشی استقلال۔

۳...... دونوں صنفوں کا آزادانہ اختلاط۔(۳۵)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جدید تہذیب نے عورتوں کو بہت کچھ حقوق دیئے ہیں، مثال کے طور پر: تعلیم کا حق، روزگار کا حق، پسند کی شادی کا حق، آزاد اور خود مختار زندگی گذارنے کا حق، ووٹ اور انتخابات میں لڑنے کا حق، لیکن غور سے دیکھا جائے تو جدید تہذیب میں بھی عورت اتنی ہی مظلوم ہے جتنی پہلے مظلوم تھی۔ امریکی ٹائم میگزین ۲۰ / مارچ ۱۹۷۲ء کے مطابق: ''سو سالہ جد وجہد کے باوجود امریکی عورت ابھی تک اسی مقام پر ہے جہاں وہ سو سال پہلے تھی، مرد اب بھی عملاً امریکہ میں جنس برتر کی حیثیت رکھتا ہے''۔

مردوں کی اس دنیا میں عورتیں اب بھی صرف ایک روایتی درجہ رکھتی ہیں۔ وہ صرف ایسے شعبوں میں جوش وخروش سے لی جاتی ہیں جو عورتوں پر انحصار رکھتے ہیں، جیسے فیشن یا ایکٹنگ، جیسا کہ کلیر لیوس نے کہا: اقتدار، روپیہ اور جنس، آج امریکہ کی تین سب سے بڑی قدریں ہیں اور عورتیں اقتدار تک کوئی پہنچ نہیں رکھتیں، سوا اپنے شوہروں کے ذریعہ۔ وہ روپیہ حاصل کرتی ہیں تو زیادہ جنس کے ذریعہ، خواہ جائز ہو یا ناجائز (۳۶)۔ ایک خاتون ہیلن میک لین نے کہا: ''امریکہ نے جتنے مرد چاند پر بھیجے ہیں، اس سے بھی کم عورتوں کو زمین میں انتظامی عہدوں پر رکھا گیا ہے'' (۳۷)۔ جدید مغربی دنیا میں ابھی تک اس کو ایک غیر سنجیدہ چیز سمجھا جا رہا ہے کہ کسی عورت کو اعلیٰ حکومتی عہدہ دیا جائے۔ ۱۹۷۲ء کے ایک پول میں امریکہ کے اکثر ووٹروں نے کہا تھا کہ خاتون صدر کے مقابلہ میں انہیں سیاہ فام مرد صدر قبول ہے (۳۸)۔ (اور ۲۰۰۹ء کے انتخابات میں امریکیوں نے اس بات کو عملی طور پر ثابت کر دیا کہ ایک سیاہ فام مرد باراک حسین اوباما کو تو صدر کے طور پر منتخب کر لیا، لیکن کسی سفید فام خاتون کو منتخب نہیں کیا)۔ امریکہ کی چار سو سالہ تاریخ میں ایک عورت بھی صدر نہیں بن سکی (۳۹)۔ ایک روسی سائنسدان انٹون نملوف اپنے تجربات اور مشاہدات پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے: دنیا میں کہیں بھی عورت اور مرد کو برابر کر دینے کی اتنی کوشش

نہیں کی گئی، جتنی سوویت روس میں کی گئی ہے، کسی جگہ اس باب میں اس قدر غیر متعصبانہ اور فیاضانہ قوانین نہیں بنائے گئے، اس کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ عورت کی پوزیشن خاندان میں بہت کم بدل سکی ہے (۴۰)۔

مغربی زندگی میں آزادی کے غلط تصور کا یہ نتیجہ ہوا کہ شادی کو بندھن خیال کیا جانے لگا، اس کے نتیجہ میں جو آزادانہ زندگی پیدا ہوئی اس نے بے شمار خاندانی اور سماجی مسائل پیدا کردیئے۔ باہمی رضامندی سے جنسی آزادی کے باوجود ایف بی آئی ۱۹۹۲-۱۹۹۳ کی رپورٹ کے مطابق امریکا میں روزانہ ۱۹۰۰ کی اوسط سے زنا بالجبر کے واقعات رپورٹ ہورہے ہیں (۴۱)۔

اور اس کے ساتھ ساتھ عورت کے باہر آنے سے مغرب کا خاندانی نظام تباہ اور برباد ہورہا ہے، جس پر آج اہل مغرب بھی پریشان ہیں، جیسے فرید وجدی مغربی دانشور زول سیمان کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہاں یورپ میں کچھ عورتیں ان عورتوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں جو دفتروں کی کلرکس، دکانوں کی منتظم، سامان فروخت کرنے والی، اسکولوں میں تعلیمی خدمات پر متعین، ٹپال گھروں، تارگھروں، فرانسیسی بینکوں اور کریڈی لیونیہ بینکوں میں ملازم ہیں۔ ان سب باتوں کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ملازمت نے ان عورتوں کو گھروں سے بہت دور کردیا ہے، جس کی وجہ سے گھروں کی رونقیں اجڑ رہی ہیں۔ (۴۲) میڈم ڈوآفرنیوء امریکی عورتوں کی کاروباری اور علمی ترقی کے اعداد وشمار دینے کے بعد لکھتی ہیں: ''پر ان باتوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت جتنا علوم اور ہنروں میں ترقی کرتی جاتی ہے، مرد اتنا ہی اسے طلاق دیتا جاتا ہے، جیسا کہ طلاق کی بہت سی صورتیں متحدہ امریکہ میں نظر آرہی ہیں، وہاں یہ معاملہ حیرت انگیز حد تک ترقی کرگیا ہے'' (۴۳)۔ چونکہ مغربی تہذیب میں نکاح کو بندھن اور بچوں کی پرورش کو بوجھ سمجھا جانے لگا، اس وجہ سے خاندانی نظام تباہی کے کنارے پہنچ گیا اور خاندانی نظام انتشار کا شکار ہونے کی وجہ سے بوڑھوں کا کوئی پرسانِ حال نہ رہا، اس لئے مجبوراً حکومت کو ایسے ادارے بنانے پڑے، جہاں بوڑھوں کو رکھا جائے۔

علامہ وحید الدین خان مغربی تہذیب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مغربی تہذیب میں صرف ''جوان عورت'' کے لئے جگہ ہے ''بوڑھی عورت'' کے لئے مغربی تہذیب میں کوئی جگہ نہیں۔ مغربی تہذیب میں ایک عورت اپنی نسوانی کشش کی بنیاد پر جگہ حاصل کرتی ہے، نسوانی کشش ختم ہوجاتی ہے، اس لئے مغربی عورت بوڑھی ہونے کے بعد اپنا مقام بھی کھودیتی ہے۔ ''جو شخص ذمہ داری قبول نہ کرے، اس کو حقوق میں بھی حصہ نہیں ملتا'' یہ مقولہ اپنی بدترین شکل میں مغربی عورت کے حق میں صادق آیا ہے (۴۴)۔ اور تو اور اپنی سگی اولاد بھی بوڑھی ماں کا خیال نہیں رکھتی، اس

بات کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ: امریکا کی ایک عورت کورٹ میں گئی کہ: میرا بیٹا مجھ سے زیادہ اپنے کتے کا خیال رکھتا ہے، کورٹ اسے حکم کرے کہ کم سے کم کتے جتنا تو میرا خیال کرے! وہاں کی کورٹ نے فیصلہ دیا کہ: کتا اس نے پالا ہے، اس لئے کتے کی خدمت کرنا اور اس کا خیال رکھنا تو اس پر لازم ہے، لیکن تیرا خیال رکھنا اس پر لازم نہیں، اگر تم چاہو تو بوڑھوں کی رہائش والے سرکاری اداروں میں جا کر رہو“(۴۵)۔ فرید وجدی کے الفاظ میں: ”آج مغرب کی بیچاری عورت مرد کے ہاتھ میں کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی“(۴۶)۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے الفاظ میں: ”مغرب عملی طور پر عورت کو داشتہ اور طوائف کی سطح پر لے آیا ہے، اسے ایک ایسی شئے بناڈالا ہے جس سے مرد لطف اندوز ہوتے ہیں۔ آرٹ اور کلچر کے خوبصورت پردوں کے پیچھے اس کا استحصال کیا جاتا ہے کہ وہ جنس کے متلاشیوں اور کاروباریوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئی ہے، جس کا اسے احساس بھی نہیں“(۴۷)۔

دوسرے الفاظ میں جدید تہذیب میں اس عورت کی عزت ہوتی ہے جو کماتی ہے، جو حسن و جمال رکھتی ہے اور اس کی نمائش کرکے مردوں کے کاروبار کو فروغ دلاتی ہے، جو اپنی عفت اور عصمت، چادر اور چاردیواری کے تقدس کو پامال کرکے کسی فلم اور ڈرامہ میں ہیروئن بن کر کسی کے کاروبار کو چمکاتی ہے، تو کسی کا دل بہلاتی ہے، لیکن ماں کی صورت میں، بیوی کی صورت میں، بیٹی کی صورت میں اور بہن کی صورت میں اس کی کوئی عزت اور عظمت نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت اس سے واضح ہے کہ مغرب میں جب عورت بوڑھی ہوتی ہے، جب کمانے کے لائق نہیں رہتی، جب اپنا حسن و جمال اور سب صلاحیتیں کھو بیٹھتی ہے، جب وہ اپنی اولاد کی خدمت کی محتاج ہوتی ہے، تب اسے بوڑھوں کے ہسپتال میں داخل کرایا جاتا ہے، جہاں وہ کربناک زندگی گذار کر اپنے آخری دن پورے کرتی ہے، یا کتے اور بلیاں پال کر دل بہلاتی رہتی ہے۔

اسلام میں عورت کی حیثیت:

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی کیا حیثیت ہے؟ اور اس نے عورت کو کیا حقوق دیئے ہیں؟۔ اسلام نے جو عورت کو حقوق دیئے ہیں، ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱...... جان کا تحفظ:

اسلام سے پہلے عورت کے وجود کو منحوس سمجھ کر اسے زندہ دفن کیا جاتا تھا یا ستی کرکے جلایا جاتا تھا یا فرسودہ اور دقیانوسی رسموں کے تحت اسے زندہ ہی دریا کی موجوں کے حوالے کیا جاتا تھا، اس لئے اسلام نے سب سے پہلے اسے جان کا تحفظ فراہم کیا، قرآن مجید میں ارشاد ہے: ”وَلَاتَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّابِالْحَقِّ“(۴۸)”سوائے حق کے کسی بھی ایسی جان کو قتل نہ

کرو، جسے اللہ نے قابل احترام قرار دیا ہے''۔ پھر جس طرح مرد کی جان قابل احترام ہے، اسی طرح عورت کی جان بھی قابل احترام ہے، قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ '' (۴۹) ''ہم نے اولاد آدم کو قابل احترام بنایا ہے''۔ تو جس طرح بیٹے اولاد آدم ہیں، اسی طرح بیٹیاں بھی اولاد آدم ہیں، اس لئے وہ بھی اسی احترام کے لائق ہیں۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ بیٹے پیدا ہوں گے تو کما کر ہمیں کھلائیں گے، جبکہ بیٹیوں کو ہمیں کھلانا پڑے گا، اس لئے بھی بیٹیوں کو ذبح کرتے تھے۔ اسلام نے اس خوف کی وجہ سے بیٹیوں کے قتل کو حرام قرار دیا:

''وَلَاتَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ، نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ، اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا''۔ (۵۰)۔

ترجمہ: ''اپنی اولاد کو بھوک اور بدحالی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق فراہم کریں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے''۔

بیٹیوں کے قاتل کو آخرت میں باز پرس کی وعید سنا کر اس قبیح حرکت سے روکا گیا، جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ'' (۵۱)۔

ترجمہ: ''زندہ درگور کی ہوئی لڑکی (کو قاتل کے سامنے لاکر اس) سے پوچھا جائے گا کہ تم سے کیا قصور ہوا کہ تمہیں زندہ درگور کیا گیا؟''۔ اسلام میں جس طرح کسی مرد کے قاتل پر قصاص ہے، اسی طرح عورت کے قاتل پر بھی قصاص ہے، اسلام کی نظر میں اس سلسلہ میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔

۲۔ ....معاشی تحفظ:

اسلام سے قبل خود عورت کو مال سمجھا جاتا تھا، عورت بازاروں میں اس طرح بکتی تھی جس طرح مویشی یا گھریلو اشیاء بکتی ہیں۔ عورت کے کمائے ہوئے مال کو مرد ہضم کر جاتے تھے، اسے رشتہ داروں کے ترکہ سے کچھ حصہ نہ ملتا تھا، بلکہ اسے خود ترکہ سمجھ کر اس پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ اسلام نے آکر عورت کو مال کا تحفظ فراہم کیا، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ'' (۵۲)۔

ترجمہ: ''جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے''۔

ترکہ کے مال میں عورت کو وارث بناتے ہوئے قرآن مجید میں ہدایت دی گئی:

''لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيباً مَّفْرُوضاً''(۵۳)۔

ترجمہ: ''مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر ہے''۔ مطلب کہ معاشی میدان میں صرف یہ نہیں کہ عورت کو ملکیت سے حصہ دلایا گیا، بلکہ اسے خود مرد کی طرح کمانے کا اور معاشی سرگرمیوں کا حق دیا گیا ہے۔

۳......عزت کا تحفظ:

اسلام کی نظر میں پیدائشی طور پر مرد اور عورت دونوں قابل احترام ہیں، ان میں سے کوئی بھی ناقابل احترام نہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق فضیلت اور برتری کا مدار جنس اور صنف نہیں ہے، بلکہ ایمان اور اچھے اعمال ہیں، اس لئے جو بھی ایمان لائے گا اور اچھے اعمال کرے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت اور اچھے مقام کا مستحق بنے گا، جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ''(۵۴)۔

ترجمہ: ''جو بھی اچھے اعمال کرے گا چاہے مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ اس میں ایمان ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے اچھے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے''۔

اسلام کو عورت ذات کی عزت اور حرمت اتنی پیاری ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگائے اور اسے ثابت نہ کر سکے تو اسے ۸۰ کوڑے لگانے کا حکم دیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے اسے بے اعتبار سمجھ کر کسی معاملہ میں اس کی گواہی قبول نہ کرنے کا حکم دیتا ہے، جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَّلَاتَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ''(۵۵)۔

ترجمہ: ''اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی آئندہ کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں''۔

مطلب کہ اسلام عورت کی عزت وحرمت کے تحفظ کے لئے صرف اخلاقی تعلیم پر اکتفاء نہیں کرتا، بلکہ اس کے لئے قانون بنا کر اسے قانونی طور بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔

۴...... نکاح میں پسند اور ناپسند کا اختیار:

اسلام نے نکاح کے سلسلے میں جہاں مرد کو پسند اور ناپسند کا اختیار دیا ہے، جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ''۔(۵۶)۔

ترجمہ: ''عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں، ان سے نکاح کرو''۔

وہاں عورتوں کو بھی پسند اور ناپسند کا اختیار دیا ہے، جیسے عورتوں کے وارثوں کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''فَلاَتَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ''(۵۷)۔

ترجمہ: ''عورتوں کو اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیوہ عورت جب تک زبان سے اجازت نہ دے، ان کا نکاح نہ کرایا جائے اور کنواری سے جب تک مشورہ کر کے اجازت نہ لی جائے، اس وقت تک اس کا نکاح نہ کرایا جائے (۵۸)۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: بیوہ عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنی جان کی حقدار ہے اور کنواری کا ولی نکاح کے سلسلہ میں اس سے مشورہ کرے (۵۹)۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق: ''ایک عورت کا نکاح اس کے باپ نے اس کی مرضی کے خلاف کر دیا تھا، یہ عورت آپ ﷺ کے پاس گئی اور فریاد کی، آپ ﷺ نے اس نکاح کو ختم کر دیا (۶۰)۔

۵...... فسخ نکاح کا حق:

اسلام کے نزدیک نکاح کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ انسان کو عزت اور عفت کی زندگی گذارنے میں مدد ملے، لیکن یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب زوجین میں ہم آہنگی ہو، لیکن اگر میاں بیوی کے تعلقات خراب ہو جائیں اور باوجود اصلاحی کوششوں کے ان میں اصلاح نہ ہو سکے تو اسے حق دیا گیا کہ وہ مرد سے خلع لے، یعنی مرد کو مہر کی رقم واپس کر کے اس سے آزادی حاصل کر لے (۶۱)۔ ایسا نہیں کہ ہندو مذہب کی طرح طلاق کو حرام قرار دے کر میاں بیوی دونوں کی زندگی کو زہر بنایا گیا ہے۔

۶...... تعلیم کا حق:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی فرد، کوئی بھی قوم، کوئی بھی ملک اور کوئی بھی ملت تعلیم

کے بغیر ترقی نہیں کرسکتی، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لکھی پڑھی اور سمجھدار عورت ایک اچھے اور مہذب خاندان کی تشکیل میں بہت بڑا اور اہم کردار ادا کرسکتی ہے، اس لئے دین اسلام نے تعلیم اور تعلم کو بہت بڑی اہمیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وحی الٰہی کی ابتداء ہی ''إقرأ'' (پڑھ) کے لفظ سے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تعلیم کی اہمیت بتلانے کے لئے تعلیم کے آلات کی قسم اٹھائی:

''نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ''۔

ترجمہ: ''نٓ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جس کو لکھ رہے ہیں''۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''طلب العلم فریضة علی کل مسلم'' (۶۴) ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔

عورتوں کی تعلیم کی اہمیت بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

''من عال ثلاث بنات فادبهن وزوجهن وأحسن إليهن فله الجنة'' (۶۵)۔

ترجمہ:۔ ''جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کو تعلیم دی اور ادب سکھایا اوران کی شادی کی، اوران سے اچھا سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے''۔

آپ ﷺ نے شفاءؓ بنت عبد اللہ کو اپنی زوجہ محترمہ حفصہؓ کی تعلیم کتابت کے لئے بطور معلّمہ مقرر کیا تھا (۶۶)۔ کچھ صحابہ کرامؓ جب آپ ﷺ سے تعلیم حاصل کر کے گھروں کو واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''ارجعوا إلی أهليكم فأقيموا فيهم وعلموهم ومروهم'' (۶۷)۔

ترجمہ: ''جاؤ اپنی بیویوں اور بچوں کی طرف اور ان ہی میں رہو اور ان کو دین کی باتیں سکھاؤ اور ان پر عمل کرنے کا حکم دو''۔

''اسلام میں عورتوں کو دینی اور دنیوی تعلیم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے، بلکہ ان کی تعلیم وتربیت کو اس قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جس قدر مردوں کی تعلیم وتربیت ضروری ہے، نبی اکرم ﷺ سے دین واخلاق کی تعلیم جس طرح مرد حاصل کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی حاصل کرتی تھیں، آپ ﷺ نے ان کے لئے اوقات متعین فرمائے تھے، جن میں وہ آپ ﷺ سے علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتی تھیں'' (۶۸)۔

آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ خصوصاً حضرت عائشہؓ نہ صرف عورتوں کی، بلکہ مردوں کی بھی معلّمہ تھیں، اور بڑے بڑے صحابہ کرامؓ وتابعینؒ اُن سے حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اشراف تو درکنار نبی کریم ﷺ نے لونڈیوں تک کو علم وادب سکھانے کا حکم دیا تھا (۶۹)۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں بہت ساری خواتین کے نام ملتے ہیں، جنہوں نے علمی میدان میں بہت بڑا نام پیدا کیا، جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت فاطمہ الزہراءؓ، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ، حضرت ام ایمنؓ، حضرت ام الفضلؓ، حضرت ام ہانیؓ، حضرت ام عطیہؓ، حضرت اسماء بنت یزیدؓ، حضرت شفاء بنت عبد اللہؓ، حضرت رفیعہ اسلمیہؓ وغیرہ (۷۰)۔ اس سے واضح ہے کہ اسلام تعلیم کو حق سے بڑھ کر فرض کا درجہ دیتا ہے اور مردوں کی طرح عورتوں کو بھی سو فیصد لکھا پڑھا دیکھنا چاہتا ہے۔

۷...... نان ونفقہ کا حق:

اسلامی تعلیمات کی رو سے چاہے عورت خود کتنی ہی دولت مند کیوں نہ ہو، پھر بھی اس کے پورے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ''(۷۱)۔

ترجمہ: ''دستور کے مطابق عورتوں کی خوراک و پوشاک ان کے مردوں کی ذمہ داری ہے''۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

''أَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِكُمْ''(۷۲)۔

ترجمہ: ''اپنی مالی حیثیت کے مطابق ان ہی گھروں میں اپنی بیویوں کو رہاؤ، جہاں تم رہتے ہو''۔

ایک موقع پر ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور! بیوی کا حق شوہر پر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب خود کھائے تو اس کو کھلائے، جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے اور نہ گھر کے علاوہ اس کی سزا کے لئے اس کو علیحدہ کرے (۷۳)۔

۸...... تحفظ کا حق:

اسلام میں نہ صرف یہ، بلکہ عورت کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کا ذمہ دار بھی مرد کو قرار دیا گیا ہے، جیسے ایک آیت میں ارشاد ہے: ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ'' (۷۴) یعنی ''عورتوں کے تحفظ کی ذمہ داری مردوں پر ہے''۔

۹...... حق مہر:

اسلام نے عورت کو نہ صرف نان ونفقہ اور تحفظ کا حق دیا ہے، بلکہ اس کے ساتھ مہر کا بھی

حق عطا کیا ہے، جو اس کے لئے جیب خرچ کے طور پر ہے اور مہر مرد کو اپنی اور اپنی بیوی کے خاندان کی حیثیت کے مطابق دینا پڑے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''ان محرمات عورتوں کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں، اُنہیں اپنے اموال کے ذریعے سے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے، پھر جب ازدواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ تو اس کے بدلے میں ان کے مہر بطور فرض ادا کرو'' (۷۵)۔ ''اٰتُوا النِّسآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً'' (۷۶) یعنی ''اور تم بیویوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو''۔

۱۰..... حسن سلوک کا حق:

اسلام عورت کے ساتھ ہر صورت میں حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، چاہے وہ ماں کی صورت میں ہو، بیٹی کی صورت میں ہو، بہن کی صورت میں ہو، یا بیوی کی صورت میں ہو۔ اسلام جس طرح والد کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، وہاں اس سے بھی زیادہ نہایت پر زور اور تاکید بھرے الفاظ میں والدہ کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَاناً حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا'' (۷۷)۔

ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہے، اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اسے جنا (اس لئے وہ حسن سلوک کی نسبتاً زیادہ مستحق ہے)''۔

ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''یا رسول اللہ! سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، اس نے دوبارہ پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، اس نے تیسری مرتبہ پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیرا باپ'' (۷۸)۔ اس میں باپ کے مقابلے میں تین گنا زیادہ والدہ کو حسن سلوک کا مستحق قرار دیا گیا ہے، وجہ ظاہر ہے کہ والدہ حمل کی تکلیف، وضع حمل کی تکلیف اور بچے کی پرورش کی تکلیف برداشت کرتی ہے، جبکہ والد صرف اخراجات کی تکلیف برداشت کرتا ہے، اس لئے باپ کے مقابلہ میں ماں کو پچھتر فیصد زیادہ حسن سلوک کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان الله حرم عليكم عقوق الأمهات ومنعاً وهات'' (۷۹)۔

ترجمہ: ''اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کردی ہے''۔

بیٹی اور بہن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''من كانت له ثلث بنات أو ثلاث أخوات أو ابنتان أو أختان فأحسن

صحبتهن واتقى الله فيهن فله الجنة''(۸۰)۔

ترجمہ: ''جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں تھیں اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا (یعنی ان کے حقوق ادا کرتا رہا) اس کے لئے جنت ہے''۔

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

من كانه له أنثیٰ فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها يعني الذكور أدخله الله الجنة''(۸۱)۔

ترجمہ: ''جس شخص کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا''۔

جس وقت لڑکی کو کوئی اہمیت نہ دی جاتی تھی، بلکہ اسے قابل نفرت سمجھا جاتا تھا، اس وقت آپ ﷺ نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

''فاطمة بضعة مني فمن أبغضها أبغضني وفي رواية يريبني ما أرابها ويؤذيني ما أذاها''(۸۲)۔

ترجمہ: ''فاطمہؓ میرا گوشت پوست ہے، جس نے اسے ناراض کیا تو سمجھ لو کہ اس نے مجھے ناراض کیا، جو چیز اس کے لئے باعث تشویش ہوگی، وہ میرے لئے بھی پریشانی کا سبب ہوگی اور جو بات اس کے لئے باعث اذیت ہوگی، یقیناً اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچے گی''۔

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ'' (۸۳)۔ یعنی ''اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ''۔ ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا: ''تمہاری بیویاں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو'' (۸۴)۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''حبّب إلى من الدنيا النساء والطيب وجلعت قرة عيني في الصلوٰة''(۸۵)۔

ترجمہ: ''دنیا کی چیزوں میں سے مجھے عورت اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے''۔

یہ آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا، جب دنیا نے عورت کو منبع معصیت اور مجسم پاپ اور

گناہ سمجھ رکھا تھا۔ ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''خیر کم خیر کم لأھلہ'' (۸۶)۔ یعنی ''تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی اہلیہ کے ساتھ اچھا ہے''۔ اسلام کی نظر میں انسان کے اچھے اور برے ہونے کا یہ ایک معیار ہے، جس میں ہر شخص اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے۔

۱۱......سماجی خدمات میں شرکت کا حق:

اسلام عورت کو یہ بھی حق دیتا ہے کہ اپنی عفت اور عصمت کے تحفظ کے ساتھ جہاں تک وہ سماجی خدمات کرسکتی ہے کرے، صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت رُبیّع بنت معوذؓ نے فرمایا: ''عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں نکلتی تھیں، مجاہدین کو پانی پلایا کرتی تھیں اور جو مجاہدین شہید ہوتے تو انہیں میدان جہاد سے خیموں تک لاتی تھیں'' (۸۷)۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلیمؓ اور انصار کی بعض خواتین کو لے کر جنگ پر روانہ ہوتے تھے، تاکہ وہ پیاسوں کو پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں (۸۸)۔ حضرت شفاء بنت عبد اللہؓ جو ایک نہایت عقلمند اور ذہین مہاجر عورت تھیں، حضرت عمر فاروقؓ بسا اوقات انہیں بازار کی کوئی ذمہ داری سونپتے تھے (۸۹)۔ ظاہر بات ہے کہ حالت جنگ میں مجاہدین کی خدمت کرنے سے بڑھ کر اور کوئی مشکل اور سخت سماجی خدمت نہیں ہوسکتی، جب اسلام انہیں اتنے سخت اور مشکل وقت پر سماجی خدمت کا حق دیتا ہے تو باقی اوقات یا حالات میں انہیں خدمت خلق کا حق کیسے نہیں ہوگا؟ بشرطیکہ ان کی عفت اور عصمت محفوظ رہے۔

۱۲......سیاسی حقوق:

انسان مرد اور عورت دونوں کا نام ہے اور عورت مرد کے ساتھ بقاء کے راستے میں شریک ہے، مرد تنہا علم وعمل کے تمام چیلنجوں کا سامنا نہیں کرسکتا، جب تک عورت کا اسے ساتھ نہ ہو۔ معاشرہ کے سود وزیاں اور نفع وضرر سے مسلمان عورت کسی تماشائی کی طرح غیر متعلق نہیں رہ سکتی، کیونکہ معاشرہ کے بناؤ اور بگاڑ اور اصلاح وفساد سے اس کا بہت ہی گہرا اور قریبی تعلق ہوتا ہے۔ معاشرہ کا نقصان اس کا اپنا نقصان اور معاشرہ کا فائدہ اس کا اپنا فائدہ ہے۔ معاشرہ کو خیر کی بنیادوں پر قائم رکھنے میں مدد دے گی تو لازماً شر کی راہ پر لے جانے کی مخالفت اور مزاحمت بھی کرے گی، بھلائیوں کا خیر مقدم کرے گی تو برائیوں پر احتجاج بھی کرے گی، یہ اس کا فطری حق ہے جو اجتماعی زندگی نے اس کو عطا کیا ہے۔ اسلام اس کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے اور زندگی کے مختلف معاملات میں خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی اس کو اپنے جذبات واحساسات، رائے اور خیال اور پسند وناپسند کے اظہار کی اجازت عطا کرتا ہے۔ یہ اظہار اپنے حدود کے اندر زبان وبیان، تحریر وانشاء غرض جس ذریعہ

سے بھی ہوا اسلام اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتا ، بلکہ اس پر ابھارتا ہے ، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

''وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ''(۹۰)۔

ترجمہ :۔''مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں ، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں''۔

یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ اور اس کے بعد اصحاب کرامؓ نے امور خانہ داری سے لے کر امور مملکت تک عورت سے مشورے لئے اور ان پر عمل کیا۔ حضرت حسن بصریؒ آپ ﷺ کا ایک عام اسوہ اور طریق عمل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :''نبی کریم ﷺ مشورہ کرتے تھے ، یہاں تک کہ عورت سے بھی اور وہ کبھی ایسی رائے دیتی جسے آپ ﷺ اختیار فرماتے''(۹۱)۔ اس کا ثبوت ہمیں تاریخ کے صفحات میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ حدیبیہ کی مشہور صلح ، قریش اور مسلمانوں کے درمیان جن شرائط پر ہوئی تھی ، ابتداء میں ان سے مسلمانوں کی اکثریت ناخوش تھی ، ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر لوٹ جائیں گے ، اس شرط کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حدیبیہ ہی کے مقام پر احرام کھولنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا ، لیکن صحابہ کرامؓ کے جذبات اس وقت اتنے بدلے ہوئے تھے کہ اس حکم کی تعمیل ہوتی نظر نہ آئی ، آپ ﷺ نے افسوس کے ساتھ اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے صحابہؓ کی نفسیات کی رعایت کرتے ہوئے انتہائی دانشمندانہ مشورہ دیا کہ آپ کسی سے مزید گفتگو نہ فرمائیے ، بلکہ جو مراسم ادا کرنے ہیں ، ان کو آگے بڑھ کر ادا کیجئے ، پھر دیکھئے کس طرح لوگ اس پر عمل نہیں کرتے ، چنانچہ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر فوراً پیروی شروع کردی (۹۲)۔

اسلام اگرچہ عورت کی عفت وعصمت کے تحفظ اور پردہ داری کے پیش نظر اس کو سربراہ مملکت بنانا پسند نہیں کرتا (۹۳)۔ لیکن اسے ووٹ اور قانون سازی کا حق دیتا ہے ، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورۂ ممتحنہ آیت نمبر:۱۲ میں آپ ﷺ کو عورتوں سے کچھ شرائط پر بیعت لینے کا حکم دیا گیا ہے اور لفظ بیعت آج کل الیکشن کے مفہوم کو بھی شامل ہے ، کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ بھی تھے اور سربراہ مملکت بھی تھے اور بیعت سے مراد انہیں سربراہ حکومت تسلیم کرنا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام نے عورت کو ۱۴۰۰ سال پہلے ووٹ کا حق دیا تھا (۹۴) (جبکہ انگلینڈ میں عورت کو ۱۹۲۸ء میں یہ حق ملا) (۹۵)۔ یہی سبب تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد جب خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ درپیش آیا اور اہل شوریٰ نے یہ ذمہ داری حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حوالے کی تو اس نے خلیفہ کے انتخاب کے سلسلہ میں جہاں اہل مدینہ کے مردوں سے رائے لی ، وہاں پردہ نشین عورتوں سے بھی

مشورے کئے (۹۶)۔

ابن سیرینؒ حضرت عمرؓ کا طریق عمل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ پیش آمدہ مسائل میں اصحاب رائے لوگوں سے مشورے کرتے تھے، یہاں تک کہ (ان مسائل میں سمجھ بوجھ رکھنے والی) کوئی عورت ہوتی تو اس سے بھی مشورہ لیتے۔ اور بسا اوقات اس کی رائے میں خیر وخوبی کا کوئی پہلو دیکھتے یا کوئی مستحسن چیز پاتے تو اس کو اختیار کرتے (۹۷)۔ حضرت شفاء بنت عبد اللہؓ جو نہایت عقل مند اور فہم وفراست رکھنے والی عورت تھی، حضرت عمرؓ اُن کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے اور اسے مقدم رکھتے تھے (۹۸)۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: مہر کی مقدار کم رکھوتو ایک عورت نے تردید کرتے ہوئے کہا: آپ کو اس کی تبلیغ کا حق نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے: ''وَاٰتَیْتُمْ اِحْدَاھُنَّ قِنْطَارًا فَلَاتَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا'' (۹۹) یعنی ''اگر تم اپنی عورتوں کو مہر میں ایک ڈھیر مال بھی دے دوتو اس سے ذرا بھی واپس نہ لو''۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہر کی کوئی حد نہیں ہے، ڈھیر سارا مال مہر میں دیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: ایک عورت نے حضرت عمرؓ سے بحث کی اور غالب رہی (۱۰۰)۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام میں عورت کو سیاسی معاملات اور قانون سازی میں حصہ لینے کا حق ہے اور دلیل کی زبان میں وہ جو بھی بات کرے گی، اس کو قانون کا حصہ بنایا جائے گا۔

نتائج(Conclusion):۔

مذکورہ تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ قدیم تہذیبیں ہوں یا مختلف مذاہب یا جدید نقطہائے نظر، سب نے عورت کے حقوق غصب کئے، اس پر ظلم کیا، جبر کیا، بے انصافی کی، اس کو اس کا جائز مقام نہیں دیا، بلکہ اسے فرسودہ اور دقیانوسی رسموں کے تحت زندہ جلایا گیا یا ڈبو دیا گیا یا زندہ در گور کیا گیا یا جانوروں اور غلاموں کی طرح اسے خادمہ سمجھا گیا یا اسے مشترکہ ملکیت تصور کرکے اس کی تذلیل کی گئی یا برائیوں کی جڑ کہہ کر اس سے نفرت کی گئی، یا اسے اپنے معاشی اور جنسی مفادات کے لئے استعمال کیا گیا اور یہ رسم بد اور ناروا سلوک اس صنف نازک کے ساتھ ابھی تک کسی نہ کسی صورت میں جاری وساری ہے۔ اس کے برعکس دین اسلام جو ایک مکمل نظام حیات ہے، اس نے جہاں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اپنی ہدایات دی ہیں، وہاں حقوقِ نسواں کے لئے ایک مکمل لائحہ عمل دیا ہے، جس میں ان کے سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق متعین کئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس لائحہ عمل کو عملی شکل میں نافذ فرمایا، صحابہؓ نے اس پر عمل کیا اور جب تک اور جہاں تک اسلامی نظام نافذ العمل رہا، عورت باوقار اور پرسکون رہی۔ اور اس تقابلی مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی تہذیب میں عورت کی جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے، وہ ماں، دادی یا نانی بنتی ہے تو اس کی عزت اور

احترام میں مزید اضافہ ہوتا جاتا ہے، اہل مغرب کی طرح نہیں کہ وہاں عورت جب حسن و جمال کھو بیٹھتی ہے تو اس کی عزت اور احترام میں بھی کمی آجاتی ہے۔

اگرچہ تہذیبِ جدید نے آزادئ نسواں کا نعرہ دے کر اسے گھر سے باہر نکالا ہے، لیکن ان کا مقصد عورت کو استعمال کر کے اپنے کاروبار کو چمکانا یا اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کرنا ہے، عورت کو بحیثیت عورت جدید تہذیب میں بھی کوئی مقام نہیں، یہی وجہ ہے کہ ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کی وجہ سے اس کی عزت اور حرمت نہیں، تب ہی تو کام سے بیکار ہونے کی صورت میں اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ بلکہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ اسلام نے عورت کو فرش سے اٹھا کر عرش پر لا کر کھڑا کیا ہے۔ آج جو انسانی دنیا نے عورت کو کچھ حقوق دیئے ہیں، وہ بھی دراصل اسلام سے متاثر ہو کر دیئے ہیں، اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ اسلام ہی حقوقِ نسواں کا امین ہے۔

مراجع ومصادر

۳۹......ایضاً،ص:۶۵ ۴۰......ایضاً،ص:۸۲

۴۱......ذاکر نائیک: اسلام پر ۴۰ اعتراضات کے عقلی ونقلی جواب،ص:۸۵-۸۶

۴۲......فرید وجدی: مسلمان عورت،ص:۸۴ ۴۳......ایضاً،ص:۸۵

۴۴......علامہ وحید الدین خان: خاتون اسلام ص:۹۳

۴۵...... ماہوار شریعت، سکھر، جلد ۳۸، شمارہ ۸، فروری ۲۰۱۱ء ص:۶

۴۶......فرید وجدی: مسلمان عورت ص:۱۲۳

۴۷......ڈاکٹر ذاکر نائیک: اسلام میں خواتین کے حقوق، لاہور، دارالنوادر اردو بازار ص:۱۴

۴۸......سورۃ الاسراء:۳۳ ۴۹......ایضاً:۷۰ ۵۰......ایضاً:۳۱ ۵۱......سورۃ تکویر:۸-۹

۵۲......سورۃ النساء:۳۲ ۵۳......ایضاً آیت:۷ ۵۴......سورۃ النحل:۹۷

۵۵......سورۃ النور:۴ ۵۶......سورۃ النساء:۳ ۵۷......سورۃ البقرۃ:۲۳۲

۵۸......ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری: صحیح البخاری، الریاض، دارالسلام، ۱۹۹۹ء، طبع دوم، کتاب النکاح،ص:۹۱۹، حدیث:۵۱۳۶

۵۹......مسلم: الصحیح، کتاب النکاح،ص:۵۹۶، حدیث:۳۴۷۶

۶۰......صحیح البخاری،ص:۹۱۹، حدیث:۵۱۳۸ ۶۱......سورۃ البقرۃ، آیت:۲۲۹

۶۲......علامہ وحید الدین خان: خاتون اسلام،ص:۲۳۴ ۶۳......القلم، آیت:۱۰

۶۴......ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید: سنن ابن ماجہ، الریاض، دارالسلام طبع اول، ۱۹۹۹ء،ص:۳۴، حدیث:۲۲۴

۶۵......سنن ابی داؤد، کتاب الادب،ص:۲۳۷، حدیث:۵۱۴۷

۶۶......ایضاً: کتاب الطب،ص:۵۵۲، ۳۸۸۷

۶۷......صحیح البخاری: کتاب الاذان، باب الاذان للمسافرین،ص:۱۰۴، حدیث:۶۳۱

۶۸......صحیح البخاری: باب: ہل یجعل للنساء یوماً علی حدة فی العلم، ص:۲۳، حدیث:۱۰۱

۶۹......ایضاً، ص:۲۲، حدیث:۹۷

۷۰......عبد اللہ مراعی: اسلام اور دیگر مذاہب ومعاشروں میں عورتوں کے حقوق ومسائل، اردو ترجمہ: مفتی ثناء اللہ محمود، ص:۲۱۵-۲۱۹ ۷۱......سورة البقرة:۲۳۳ ۷۲......سورة الطلاق:۵

۷۳......سنن ابن ماجہ، ص:۲۶۵، حدیث:۱۸۵۰ ۷۴......سورة النساء:۳۴

۷۵......ایضاً:۲۴ ۷۶......ایضاً:۴ ۷۷......الاحقاف:۱۵

۷۸......صحیح البخاری، کتاب الادب، ص:۱۰۴۵، حدیث:۵۹۷۱

۷۹......ایضاً، ص:۱۰۴۶، حدیث:۵۹۷۵

۸۰......امام ترمذی: الجامع، الریاض، دارالسلام، طبع اول، ۱۹۹۹ء، ابواب البر، ص:۴۴۶، حدیث:۱۹۱۶

۸۱......سنن ابی داؤد: کتاب الادب، ص:۷۲۳، حدیث:۵۱۴۶

۸۲......الخطیب ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ: مشکوٰة المصابیح، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج:۲، ص:۵۶۸

۸۳......النساء:۱۹ ۸۴......بقرہ:۱۸۷

۸۵......ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی: سنن نسائی، الریاض، دارالسلام، طبع اول، ۱۹۹۹ء، کتاب عشرة النساء، ص:۴۶۹، حدیث:۳۳۹۱

۸۶......سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حسن معاشرة النساء، ص:۲۸۳، حدیث:۱۹۷۷

۸۷......صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب مداواة النساء الجرحیٰ فی الغزو، ص:۴۷۶، حدیث:۲۸۸۲

۸۸......سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد، باب فی النساء یغزون، ص:۳۶۷، حدیث:۲۵۳۱، صحیح مسلم: کتاب الجہاد، ص:۸۱۱، حدیث:۴۶۸۲، سنن الترمذی: ابواب السیر، باب ماجاء فی خروج النساء فی الحرب، ص:۳۸۳، حدیث:۱۵۷۵

۸۹......جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں، ص:۱۷۰، بحوالہ الاستیعاب فی اسماء الاصحابؓ ۹۰......التوبہ:۷۱

۹۱......جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں، ص:۱۶۵، بحوالہ عیون الاخبار لابن قتیبہ، ج:۱، ص:۲۷

۹۲......صحیح بخاری: کتاب الشروط، باب الشروط والمصالحة مع اہل الحرب وکتابة الشروط، ص:۴۴۹، حدیث:۲۷۳۲

۹۳......صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب کتاب النبی الی کسریٰ وقیصر، ص:۷۵۳، حدیث:۴۴۲۵

۹۴......ڈاکٹر ذاکر نائیک: اسلام میں خواتین کے حقوق، ص:۵۰

۹۵......خالد علوی: اسلام کا معاشرتی نظام، ص:۴۷۸

۹۶......ابن کثیر اسماعیل: البدایہ والنہایہ، قاہرہ، دار ابی حیان، طبع اول-۱۹۹۶ء، ۱۷۶/۷

۹۷......جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں، ص:۱۶۶، بحوالہ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۱۱۳/۱۰

۹۸......جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرہ میں، ص:۱۶۶، بحوالہ الاستیعاب، تذکرہ شفاء بنت عبداللہ

۹۹......النساء:۲۰

۱۰۰......ابن حجر احمد بن علی: فتح الباری شرح صحیح البخاری، قاہرہ، دارالریان للتراث، طبع دوم ۱۹۸۷ء، ج:۹، ص:۱۱۱

عقیدہ ختم نبوت اور خانقاہ سراجیہ

قاری حمید احمد

۱۹۴۱ء میں حضرت خواجہ ابو السعد احمد خانؒ کے اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد آپؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد عبد اللہ لدھیانویؒ آپ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے پیر ومرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علوم ومعارف کے سرچشمے سے عالم انسانیت کو سیراب کرنا شروع کیا اور مخلوق خدا کی اصلاح فرمائی۔ پھر جب حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ۱۹۴۱ء میں دار العلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کرکے تشریف لائے تو باطنی علوم وفیوض اور تصوف وسلوک کے کسب وحصول کے لئے اپنے مرشد حضرت مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ کے قدموں میں ڈیرے ڈال دیئے، آپؒ نے ان سے تصوف وسلوک کی امامت وسیادت پر مکاتیب شاہ غلام علی دہلویؒ، مکتوبات خواجہ معصومؒ، ہدایت الطالبین کے علاوہ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ تین بار سبقاً سبقاً پڑھے۔ آپؒ کے شیخ ومربی آپ سے بے حد محبت کرتے تھے، انہوں نے آپؒ کی تربیت اس طرح کی جیسا کہ ایک حقیقی باپ اپنے بیٹے کی تربیت کرتا ہے اور مریدوں کو ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ: ''جب شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ مالٹا جیل میں اسیر تھے تو انہوں نے معارف قرآن حکیم کے نام سے ایک کتاب لکھنا شروع کی، چند صفحات لکھنے کے بعد چھوڑ دی، مریدین کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کو اس کتاب کی جگہ پر تیار کر رہا ہوں، تاکہ ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار ہو جائے''۔ تو حضرت خواجہ محمد عبد اللہ لدھیانویؒ یہ واقعہ سنانے کے بعد فرماتے کہ ''اب میں بھی ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار کر رہا ہوں''۔

۱۹۵۶ء میں ان کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد جب حضرت خواجہ خان محمدؒ مسند پر بیٹھے تو آثار وقرائن سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خواجہ خان محمدؒ ہی تھے، جن کے متعلق آپؒ کے مرشد اشارۃً فرمایا کرتے تھے کہ: میں بھی ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار کر رہا ہوں۔

آپؒ وقت کے ولی کامل، متبع سنت، سلوک واحسان کے امام تھے، آپؒ کی خدمات بیش بہا، قابل قدر اور لائقِ صد ستائش ہیں۔ بلا مبالغہ ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں لوگ آپؒ سے فیض یاب ہوئے، جہالت میں ڈوبے ہوئے انسان، طاغوتی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمان اور شریعت

مطہرہ سے میلوں دور رہنے والے انسانوں کا تزکیہ ہوا، اور وہ صراط مستقیم پر چلنے والے، خدا کے حکموں کی پاسداری کرنے والے اور سنت نبوی کی چوکیداری کرنے والے بن گئے، نہ صرف وہ خود راہ راست پر آئے، بلکہ اوروں کے لئے بھی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

خانقاہ سراجیہ کے بانی، مرشد العلماء والصلحاء حضرت مولانا احمد خانؒ کی دینی خدمات کا دائرہ صرف خانقاہ کے اصلاحی نظام تربیت وتزکیہ تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ وہ ان تمام دینی تحریکات کے سرپرست، مؤید ومعاون بھی تھے جو مختلف عنوانوں سے برپا ہورہی تھیں، تحریک جدوجہد آزادی ہو یا تحریک خلافت ہو، یا تحریک ختم نبوت، حضرت مولانا احمد خانؒ ان تحریکات میں دامے درمے سخنے شریک رہے۔ بالخصوص تحریک تحفظ ختم نبوت میں آپؒ کا کردار انتہائی اہم اور سرپرست کا رہا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے جب احرار اسلام کا شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم کیا تو بانی خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا ابو السعد احمد خانؒ نے مجلس احرار اسلام اور حضرت امیر شریعتؒ کی نہ صرف بھرپور حمایت کی، بلکہ اپنا عملی تعاون بھی پیش کردیا، اور تادم آخر یعنی اپنے سال وفات ۱۹۴۱ء تک اس کی ہمہ جہتی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے جانشین حضرت عبد اللہ لدھیانویؒ نے بھی اپنے مرشد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا اور خانقاہ سراجیہ کو اس عظیم تحریک میں ایک اہم مقام حاصل تھا، ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں عقیدت مندوں کو حکماً تحریک میں شامل ہونے کے لئے کہا گیا، حتی کہ اسی تحریک میں حضرت مولانا خان محمدؒ بھی گرفتار ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اس عقیدے کے تحفظ کی خاطر میانوالی جیل، بورسٹل جیل اور سینٹرل جیل لاہور میں ۱۹۵۳ء میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور آپؒ ختم نبوت کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ بننے کی درخواست کی گئی، تو انہوں نے فرمایا کہ: میں ایک شرط پر اسے قبول کرتا ہوں، وہ یہ کہ اگر خواجہ خان محمدؒ نائب امیر کے طور پر میرے ساتھ کام کریں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اسے قبول کرلیا، پھر ۱۹۷۷ء میں محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور حضرت خواجہ صاحبؒ امیر مرکزیہ عالمی مجلس ختم نبوت منتخب ہوئے تو انہوں نے دنیا بھر کے اسفار کئے، حتی کہ منکرین ختم نبوت کے تعاقب کے لئے ہر قسم کی قربانی دی۔

۱۹۷۷ء میں جب جنرل ضیاء الحق کے دور میں تحریک ختم نبوت نے زور پکڑا تو اسلام آباد کی سڑکوں پر آپؒ کے بوڑھے جسم پر لاٹھیاں برسائی گئیں، اس کے باوجود بھی آپؒ ایک قدم پیچھے نہ ہٹے، بلکہ دوسرے قائدین کے ساتھ ساتھ نہ صرف بطور امیر کارواں، بلکہ اپنے آپ کو ایک کارکن

سمجھتے ہوئے شانہ بشانہ چلتے رہے، حتی کہ ۱۹۸۴ء میں مرزائیوں (قادیانیوں) کا سربراہ مرزا طاہر پاکستان سے بھاگ کر لندن جانے پر مجبور ہوا، آپؒ کی ذات محض ایک گوشہ نشین بزرگ کی نہیں، بلکہ جب ضرورت پڑتی اور باطل کو للکارنے کا وقت آتا میدان میں رسم شبیری ادا کرنے میں امیر قافلہ کا کردار ادا کرتے، باطل کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کی آپؒ نے سرپرستی فرمائی، خصوصاً منکرین ختم نبوت کے لئے آپؒ شمشیر براں تھے، زندگی کی آخری سانسوں تک آپؒ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ جرأت و ہمت سے ادا کیا۔ آپؒ کی وفات سے ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا، علماء، صلحاء، دین دار طبقے، مجاہدین، مبلغین، داعیان حق اور عوام الناس ایک عظیم روحانی سرپرست سے محروم ہو گئے۔ آپؒ کا وجود سایۂ رحمت تھا، جو نہ رہا، اس پر آشوب دور میں اللہ والوں کا اٹھ جانا، امت کے لئے کسی عظیم نقصان سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کا چشم فیض ان کے شاگردوں، متوسلین، مریدین کی صورت میں ہمیشہ جاری وساری رہے، حضرت خواجہ صاحبؒ کا جب مشن زندہ ہے، وہ بھی زندہ رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

نتیجۂ فکر: مولانا رزین شاہ صاحب

یاد کرتے ہیں سدا احباب مے خانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے
تم اچانک کس سفر پر ہم سے رخصت ہوگئے
منتظر ہیں، سوچتے ہیں، ہے یہاں آنا تجھے
وہ تبسم وہ علم کی چاشنی محبوبیت
دے دیے تھے رب نے کیا اوصافِ جانانہ تجھے
زینت محفل لکھوں یا زینتِ اہلِ چمن
یا لکھوں بلبل تجھے یا دیں کا پروانہ تجھے
جامعہ، شاخیں تری فرقت میں ہیں سب سوگوار
پیش کرتے ہیں سبھی اشکوں کا نذرانہ تجھے
صاحبِ اخلاق تھا، علم وادب کا شہسوار
رب اکرم نے دیے خلقِ کریمانہ تجھے
دے تسلی کیسے دل کو تری فرقت میں رزین
کیسے بھولے اے عطاء! یہ قلب دیوانہ تجھے

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خانؒ

مولوی سید محمد زین العابدین، کراچی

۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۸ر اپریل ۲۰۱۲ء بروز بدھ بعد نماز مغرب جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر مرکزیہ، جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل، جامعہ مظاہر العلوم اور جامعہ انوار العلوم گوجرانوالہ کے مہتمم وشیخ الحدیث، جامع مسجد مدینہ سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ کے خطیب، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے شاگرد رشید، حق گوئی وبے باکی کے پیکر، علمی رسوخ کے حامل، ممتاز عالم دین اور بزرگ رہنما حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خانؒ لاہور ہسپتال میں آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون. ان للہ ما أخذ ولہ ما أعطیٰ وکل شئ عندہ بأجل مسمی.**

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خانؒ اسلاف کی روایات کے امین اور ان کے سچے جانشین تھے، آپ اس حدیث پر ''**افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر**'' صحیح عمل کرنے والے تھے، آپ نے سابق آمر کے آمرانہ فیصلوں اور اسلام پر مبنی پالیسیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، جس کی بنا پر آپ کو قید وبند کی صعوبتیں بھی اٹھانا پڑیں، لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی، آپ نے ''میراتھن ریس'' جیسے فحش اقدام کے خلاف آواز بلند کرکے اکابرین امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا جو کہ آپ کی بہادری، جواں مردی اور دین سے قلبی لگاؤ کی دلیل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خانؒ ۱۹۳۶ء میں چارسدہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کرکے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۵ء میں یہیں سے فاتحہ فراغ پڑھا، آپ کے اساتذۂ حدیث میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد

تھانویؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ اور حضرت مولانا محمد عبیداللہ اشرفی صاحب دامت برکاتہم شامل ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے ایک سال مدرسہ اشرف العلوم باغبانپورہ گوجرانوالہ میں تدریس کی، ۱۹۶۸ء میں آپ گوجرانوالہ کی مرکزی جامع مسجد کے مدرسہ جامعہ انوار العلوم آ گئے اور مسلسل ۴۵ سال تا دم آخر آپ یہیں پر علوم نبوی سے طلباء کی پیاس بجھاتے رہے، اسی دوران آپ نے جامعہ مظاہر العلوم کے نام سے اپنا ایک الگ ادارہ قائم کیا، ساتھ ساتھ آپ مرکزی جامع مسجد میں بعد از نماز مغرب عوام الناس کے لئے درس قرآن بھی دیا کرتے تھے اور جامعہ مسجد مدینہ سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں خطابت بھی فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپ کی پوری زندگی درس وتدریس، وعظ و بیان اور امامت وخطابت میں گزری۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے، پہلے پہل آپ پنجاب کے امیر رہے، بعد ازاں آپ جمعیت کے نائب امیر مرکزیہ کے عہدے پر فائز ہو گئے تھے، ۱۹۷۵ء میں حضرت مولانا مفتی محمود نوراللہ مرقدہ نے پرائیویٹ شرعی عدالتوں کے قیام کا اعلان کیا اور اس کے لئے مختلف سطحوں پر ملک کے مختلف حصوں میں قاضی مقرر کئے گئے تو حضرت مولانا قاضی حمیداللہ خانؒ کو گوجرانوالہ کے لئے ضلعی قاضی مقرر کیا گیا، اسی وجہ سے لفظ ''قاضی'' آپ کے نام کا جز و بن گیا، حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وفات کے بعد آپ نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کا ساتھ دیا اور تادم آخر اس تعلق کو نبھاتے رہے۔

۲۰۰۲ء میں آپ کو متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے قومی اسمبلی کا ٹکٹ دیا گیا، نتیجتاً آپ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے، یہاں بھی آپ نے حق گوئی و بے باکی سے اپنے آپ کو پیچھے نہ رکھا، چنانچہ آپ کا ''میراتھن ریس'' کے خلاف آواز اٹھانا اسی دور کی بات تھی۔

طبعاً آپ سیاسی لائن کے آدمی نہ تھے، بلکہ کتابیانہ ذوق آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ابتدائی تدریسی دور میں فجر کے بعد پڑھانے کے لئے بیٹھتے تو بشری ضروریات کے اوقات کے علاوہ عشاء تک مسلسل پڑھاتے رہتے۔

آپ علوم عقلیہ کے خاص طور سے ماہر تھے، بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ آپ کا موضوع تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ دو سال پہلے راقم الحروف کو آپ کی زیارت ہوئی، جبکہ میں درجہ موقوف علیہ کا طالب علم تھا۔ آپ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لائے اور طلباء میں بیان فرمایا، اس

میں بھی اسی بات پر آپ نے زور دیا کہ اپنے وقت کو ضائع نہ کیا جائے، بلکہ اس کو قیمتی بنایا جائے اور یہ زندگی جو کہ اللہ کی امانت ہے کو دینی کاموں کے لئے وقف کردیا جائے۔

کچھ عرصے سے آپ شوگر کے مریض چلے آرہے تھے، پھر گردوں کا عارضہ بھی لاحق ہوگیا جس کی وجہ سے آپ کے گردوں کی مشینی صفائی ہوا کرتی تھی جو کہ انتہائی تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے، اللہ پاک حفاظت فرمائے۔ بعد ازاں آپ کا جگر بھی متاثر ہوگیا، بدھ کے دن بعد نماز مغرب آپ کو لاہور ہسپتال لے جایا جارہا تھا، ہسپتال پہنچتے ہی آپ کی روح پرواز کرگئی، **اللھم اغفر لھم وارحمھم۔** جمعرات کی صبح کو شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا محمد داؤد نے پڑھائی، پھر آپ کی میت کو اسلام آباد لے جایا گیا، وہاں آپ کی دوسری نماز جنازہ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

بعد ازاں آپ کے جسد خاکی کو چارسدہ لے جایا گیا، وہاں آپ کی تیسری نماز جنازہ ہوئی۔ ہر نماز جنازہ میں عوام الناس، علماء اور طلباء کا ایک جم غفیر موجود تھا، پھر آپ کو آبائی قبرستان عمرزئی چند ضلع چارسدہ میں سپرد خاک کردیا گیا۔

پسماندگان میں تین بیٹے، دو بیٹیاں سوگوار چھوڑے ہیں، بلاشبہ آپ کی رحلت سے بزم علم وعمل اور قضاء وافتاء اجڑ گئیں، اللہ تعالیٰ رضا ورضوان کا معاملہ فرمائیں۔

اخباری اطلاعات کے مطابق وفاق المدارس کے رہنماؤں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب اور حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب ساتھ ساتھ مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا زاہد الراشدی صاحب وغیرہ نے آپ کی موت کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے۔

☆☆....☆☆

غیر مسلم مما لک اور ان کے بینکوں سے سود لینے کا حکم !

مولوی حبیب اللہ بنوی

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

وہ مسلمان جو امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا اور برطانیہ وغیرہ میں مقیم ہیں اور وہ اپنا پیسہ وہاں کے بینکوں میں رکھواتے ہیں اور وہ بینک انہیں سود دیتے ہیں تو کیا وہ سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اسے اپنی ذات پر استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور پھر یہ کہ اگر اس پیسے کو پاکستان منتقل کر کے کسی رفاہی کام یا کسی مدرسہ میں استعمال کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس صورت میں حکم شریعت کیا ہوگا کہ ان مما لک کے جو بینک پاکستان میں کام کررہے ہیں، اگر ان میں پیسہ رکھوایا جائے اور اس پر جو سود کی رقم بینک کی جانب سے دی جاتی ہے، اُسے مندرجہ بالا امور پر خرچ کیا جائے؟۔ ازراہِ کرم شریعت مطہرہ کی روشنی میں حل بتا کر مشکور فرمائیں۔

مستفتی: وحید الرحمٰن، کراچی

الجواب حامداً ومصلیاً

سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، شریعت میں یہ تفریق قابل عمل اور لائق اعتبار نہیں کہ غیر مسلم فرد یا ملک یا ان کے کسی ادارے سے دار الاسلام یا دار الحرب میں سود لینا جائز ہے۔

لہٰذا صورت مسؤلہ میں غیر مسلم مما لک کے بینکوں سے سود وصول کرنا ناجائز ہے خواہ وہ بینک بیرون ملک میں ہوں یا پاکستان میں ہوں، اگر کسی کے پاس نادانستہ ایسی رقوم جمع ہو چکی ہوں تو اس سے اپنے آپ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر ثواب کی نیت کے مستحق فقراء پر خرچ کردیں

یا ایسے ادارے کے حوالے کردیں، جو براہ راست فقراء پر خرچ کرتا ہو۔

''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''(فصل) وأما شرائط جريان الربا (فمنها) أن يكون البدلان معصومين فان كان أحدهما غير معصوم لايتحقق الربا عندنا وعند أبى يوسف هذا ليس بشرط وعلى هذا الأصل يخرج ما إذا دخل مسلم دار الحرب تاجراً فباع حربيا درهما بدرهمين أو غير ذلك من سائر البيوع فى حكم الإسلام أنه يجوز عند أبى حنيفة ومحمد وعند أبى يوسف لايجوز..........وجه قول أبى يوسف أن حرمة الربا كما هى ثابتة فى حق المسلمين فهى ثابتة فى حق الكفار لأنهم مخاطبون بالحرمات فى الصحيح من الأقوال فاشتراطه فى البيع يوجب فساده كما إذا بايع المسلم الحربى المستأمن فى دار الإسلام............''. (۵/۱۹۲،ط:سعید)

''فقه المعاملات لمحمد على الصابونى''میں ہے:

''الربوا حرام سواء كان مع المسلم أو مع غير المسلم فما يفعله بعض المسلمين من وضع أموالهم فى البنوك الأروبية أو الأمريكية ثم أخذ فوائد ربوية عليها بزعمهم أن تلك البلاد ''دارالحرب'' لأنها بلاد غير الإسلامية إنها هو من تزيين الشيطان لهم لجرهم إلى الوقوع فى المحرم، واستحلال الربوا الذى حرمه الله تعالى، وهذا الإعتقاد خطأ جسيم وخطر قادح يجر المسلمين إلى مقارفة جريمة الربوا على ظن منهم أن الدين يبيح لهم ومادروا أنهم يخالفون تعاليم دينهم صراحةً وجهاراً دون فقه لتعليمه الرشيدة السامة''.

(حصه اول،ص: ۱۵۷،ط:المكتبة العصرية لبنان)

''بدائع الصنائع''میں ہے:

(وأما) إسلام المتبايعين فليس بشرط لجريان الربا فيجرى بين أهل الذمة وبين المسلم والذمى لأن حرمة الربا ثابتة فى حقهم لأن الكفار مخاطبون بشرائع هى حرمات إن لم يكونوا مخاطبين بشرائع هى

عبادات عندنا قال الله تعالی: "وأخذ هم الربا وقد نهوا عنه وأكلهم أموال الناس بالباطل" وروی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کتب إلی مجوس هجر: إما أن تذروا الربا أو تأذنوا بحرب من الله ورسوله وهذا فی نهایة الوعید فیدل علی نهایة الحرمة، والله سبحانه وتعالی أعلم". (۱۹۳/۵،ط:سعید)

لہذا اضافی رقم نکلوانے کے بعد فقراء کو مالک بنانا شرط ہے اور جن اداروں میں تملیک کی شرط نہیں پائی جاتی ان میں دینا شرعاً جائز نہیں۔

''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

"والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه علیهم وإلا فإن علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به بنیة صاحبه". (۹۹/۵،ط:سعید)

''تفسیر قرطبیؒ'' میں ہے:

"إن سبیل التوبة مما بیده من الأموال الحرام إن کانت من ربا فلیردها علی من أربی علیه ویطلبه إن لم یکن حاضراً فإن أیس من وجوده فلیتصدق بذلک عنه". (۲۳۷/۲،ط:دار الکتب العلمیة،بیروت،لبنان)

فقط والله أعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد عبدالمجید دین پوری	رفیق احمد	حبیب اللہ بنوی
		متخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

☆ ☆ ... ☆ ☆

نقد و نظر

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

ادارہ

رحمت کائنات ﷺ

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ، صفحات: ۵۱۲، سترھواں ایڈیشن، قیمت: درج نہیں، ناشر: قاضی محمد اسجد الحسینی، خانقاہ مدنی، دار الارشاد مدنی روڈ، اٹک شہر۔

قرون اولیٰ میں آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ پر عمل زیادہ ہوتا تھا اور آج کے دور میں آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ پر کثرت تصانیف کے باوجود عملی حالت یہ ہے کہ کئی مسلمان آپ ﷺ کی پیروی سے محروم ہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اکثر مسلمانوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی عزت وعظمت وہ نہیں جس کا تقاضا قرآن کریم اور شریعت مطہرہ کرتی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ ﷺ کی اسی عزت وعظمت کے مقام ومرتبہ اور عقیدہ حیات الانبیاء کو عمدہ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ امام الاولیاء، قطب الاقطاب حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ نے اس کتاب میں لکھا ہے:

یہ کتاب کا بارہواں ایڈیشن ہے اور اسی سے کتاب کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جسے چاہا در پہ بلا لیا

ڈاکٹر عبد الشکور عظیم، صفحات: ۲۷۲، قیمت: ۳۰۰ روپے، ناشر: مسجد الفرقان، ملیر کینٹ بازار، کراچی۔

یہ کتاب درحقیقت مؤلف کے عمرہ کا سفرنامہ ہے، جس میں حج وعمرہ کے متعلق فرائض اور واجبات کے علاوہ حرمین شریفین کی زیارات کا تذکرہ بھی آگیا ہے۔ یہ کتاب حجاج ومعتمرین کے لئے بہترین راہنمائی کا ذریعہ ہے۔

صفات متشابہات اور سلفی عقائد

ڈاکٹر مفتی عبد الواحد (ایم بی بی ایس) صفحات: ۲۸۶، قیمت: درج نہیں، ناشر: مجلس نشریات اسلام ا- کے، ۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر: ۳، کراچی۔

حضور اکرم ﷺ کی سنت اور صحابہ کرامؓ کے طریقے پر چلنے والوں کو اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے قرآن وسنت میں استنباط کر کے فقہی مسائل کو اخذ کیا۔ لوگ عقائد، اصول اور مسائل میں انہی حضرات کی تحقیقات کو قابل حجت وقابل عمل مانتے آئے ہیں اور ان کے بعد امام ابومنصور ماتریدیؒ اور امام ابوالحسن اشعری رحمہما اللہ عقائد اور اصول میں امت میں مقتدا بنے۔ یہ سب کے سب اہل سنت والجماعت ہیں، ان کا باہم جو اختلاف ہے وہ فروعی اور جزوی اختلاف ہے۔ ان کے بعد ایک گروہ سامنے آیا جو اپنے کو بظاہر سلفی یعنی اسلاف کی راہ پر چلنے والا بتلاتا ہے، لیکن ان کے نزدیک اس گروہ نے ان سب حضرات کی تغلیط کی اور دعویٰ کیا کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید شخصی شرک ہے اور ماتریدیہ اور اشاعرہ یہ اہل سنت والجماعت نہیں۔ مؤلف موصوف نے ان کے دعاوی کو دلائل سے رد کیا اور واضح کیا کہ ماتریدیہ اور اشاعرہ ہی اہل سنت والجماعت ہیں۔

یہ کتاب پندرہ ابواب پر مشتمل ہے: باب: ۱...... میں مضمون کا تعارف۔ باب: ۲...... سلفیوں کی تاریخ۔ باب: ۳...... سلفیوں کی نظر میں اشاعرہ و ماتریدیہ گمراہ ہیں۔ باب: ۴...... امام احمدؒ کا مسلک۔ باب: ۵...... اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں عقل کی کارگزاری۔ باب: ۶...... سلفیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہاتھ و پاؤں حقیقی ہیں۔ باب: ۷...... کیا تمام صفات کے معنی کو سمجھنے کا ایک ہی ضابطہ ہے۔ باب: ۸...... استواء علی العرش۔ باب: ۹...... چھ فصلوں پر مشتمل ہے، ۱: اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ، ۲: آسمان دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کا نزول، ۳: اللہ تعالیٰ کا حرکت کرنا، ۴: اللہ تعالیٰ کی صفت کلام، ۵: رحمت، غضب، ضحک وغیرہ۔ ۶: اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حوادث کا قیام ہوتا ہے۔ باب: ۱۰...... اللہ تعالیٰ کی صفت معیت۔ باب: ۱۱: اللہ تعالیٰ کے لئے حد ہونا۔ باب: ۱۲...... صفات الٰہیہ میں حقیقت اور مجاز۔ باب: ۱۳...... سلفیوں کے عقیدوں کو لازم ہونے والے اور امور۔ باب: ۱۴...... کیا سلفی اور غیر مقلد اہل سنت والجماعت ہیں؟۔ باب: ۱۵...... عقیدہ طحاویہ کے شارح ابن ابی العز عقائد میں سلفی ہیں۔

ہر عالم خواہ وہ دین کے کسی شعبہ سے وابستہ ہو، اس کے لئے یہ کتاب ایک بار پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ کتاب کا کاغذ، جلد، طباعت مناسب ہے۔

دعوتِ ملاقات

دیسی علاج کو انگریزی علاج کی ماں کہا گیا ہے، چنانچہ جس طرح ماں کے دامن میں ہی حقیقی خیر وعافیت ہوتی ہے، اسی طرح بغیر کوئی دوسرا نقصان پہنچائے مستقل علاج دیسی علاج ہی ہے، میں نے پہلے ہر بل فارمیسی بنائی، بارہ سال کے عرصہ میں لاکھوں مریضوں کی ادویات پورے ملک میں حکماء اور ڈاکٹر حضرات کو سپلائی کیں، پھر مختلف شہروں میں مختلف مطبوں پر بطور طبیب ملکی وغیر ملکی کم از کم ایک لاکھ مریضوں کا علاج کیا، اسی طرح لاہور کے طبیہ کالج میں علم القابلہ، امراض نسواں وامراض خاص مردانہ کا لیکچرار رہا ہوں ۔ دو ایوارڈ اور ایک گولڈ میڈل حاصل کر چکا ہوں ۔ شفاء اللہ کے ہاتھ میں ہے، تاہم خداداد قابلیت اور ذہانت کی بناء پر درج ذیل امراض کے کامیاب علاج کا یقین دلاتا ہوں: **امراض مردانہ:** بغیر نشہ آور ادویات یا کشتہ جات دیئے امراض مردانہ کا کامیاب علاج کیا جاتا ہے۔ **امراض زنانہ:** ایام کی خرابی، لیکوریا، اٹھرا کا علاج کر کے بانجھ عورتوں کو صاحب اولاد ہونے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ **امراض بچگانہ:** سوکھے اور لاغر بچوں کو موٹا تازہ کیا جاتا ہے اور نہ چل پھر سکنے والے بچے چلنے لگتے ہیں، نہ بول سکنے والے بچے بولنے لگتے ہیں ۔ **دماغی امراض:** جنون، مالی خولیا، بے خوابی، نسیان اور اعصابی کمزوری کا علاج کیا جاتا ہے ۔ **زہروں کا تریاق:** بواسیر، سوزاک، آتشک کا کامیاب علاج موجود ہے ۔ **حرف آخر:** حکومت پاکستان سے مستند اور رجسٹرڈ درجہ اول ہوں، لہذا تمام امراض کے علاج پر مکمل عبور حاصل ہے ۔ پڑھے لکھے طبقہ کو میری خصوصی دعوت ہے ۔ کورسز کی تعداد تیس ہے ۔

ہمارے پندرہ روزہ کورسز کی قیمتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ڈبلاپن ---۱۰۰۰	۷۔ہائی بلڈ پریشر۲۰۰۰	۱۳۔سوزاک -۲۰۰۰	۱۹۔کیرا --- ۳۰۰۰	۲۵۔یرقان -۵۰۰۰
۲۔موٹاپا ---۱۰۰۰	۸۔شوگر ---۱۰۰۰	۱۴۔جریان---۳۰۰۰	۲۰۔بواسیر---۳۰۰۰	۲۶۔جنون --۵۰۰۰
۳۔احتباس الطمث۔ ۲۰۰۰	۹۔کثرت الطمث --- ۱۰۰۰	۱۵۔عسرت الطمث ۱۰۰۰	۲۱۔بے اولادی زنانہ ---۳۰۰۰	۲۷۔بے اولادی مردانہ-۳۰۰۰
۴۔اٹھرا ---۳۰۰۰	۱۰۔السر---۲۰۰۰	۱۶۔احتلام --۳۰۰۰	۲۲۔اعصابی کمزوری-۵۰۰۰	۲۸۔کمی سپرم -۱۰۰۰۰
۵۔پتھری---۱۰۰۰	۱۱۔دق الطفال -- ۱۰۰۰	۱۷۔سرعت انزال ---۳۰۰۰	۲۳۔اوجائی۔۱۰۰۰	۲۹۔لیکوریا ---۱۰۰۰
۶۔دمہ ---۱۰۰۰	۱۲۔تبخیر معدہ۔۳۰۰۰	۱۸۔اسقاطِ حمل۲۰۰۰	۲۴۔تیزابیت۔۳۰۰۰	۳۰۔تپ دق۔۳۰۰۰

نوٹ: (۱) دوائی یا کورس بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رقم پہلے بھیجیں۔ حکیم حاجی عبدالکریم بھٹی

(۲) ملاقات کرنے کے لئے فون پر پہلے وقت لے لیں۔ لاہور ملتان روڈ، حبیب آباد ضلع قصور

شناختی کارڈ نمبر: ۳۵۱۰۳-۱۴۲۶۶۸۷۵-۳ فون: ۰۳۱۳-۷۵۴۵۱۱۹، ۰۳۴۵-۷۵۴۵۱۱۹